اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

قرآن وحدیث کی روشنی میں طلاقِ ثلاثہ کے وقوع پر عمدہ تحقیق

طلاقِ ثلاثہ اور جمہور امت

مؤلف

مفتی محمد نظام حسنی مصباحی
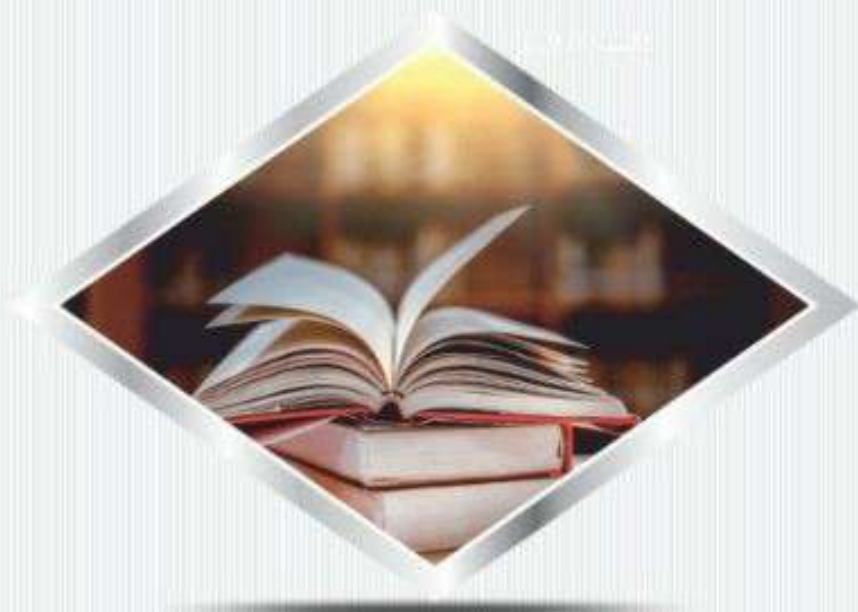
بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن وحدیث کی روشنی میں طلاقِ ثلاثہ کے وقوع پر عمدہ تحقیق

طلاقِ ثلاثہ اور جمہور امت

(مصنف)

مفتی محمد نظام احسنی مصباحی

ایم اے (اردو) بی ایڈ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نام کتاب : طلاق ثلاثہ اور جمہور امت

مصنف : مفتی محمد نظام احسنی مصباحی

سن اشاعت : ۱۴۴۵ھ/ ۲۰۲۴ء

صفحات : ۸۶

کمپوزنگ : محمد عامر احمد امجدی (7503518254)

پروف ریڈنگ : مفتی ذیشان مصباحی سمستی پور

فہرست

✵✵✵✵✵

عرض مؤلف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

دنیوی نظام چلانے کے لیے جس طرح اصول وضوابط اور قوانین کی حاجت درپیش ہوتی ہے اسی طرح مذہب اسلام میں اصول وضوابط ہیں جن کے ذریعے نوع انسانی دینوی واخروی دونوں طرح کی زندگی میں کامیابی حاصل کرتی ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ نظام اسلام کے نظم و ضبط کو مدنظر رکھ کر ہی آج دنیوی حکمراں تقریباً اپنے امور کو مرتب کرتے ہیں۔

اسلامی قوانین میں ایک قانون طلاق بھی ہے کہ نکاح کے ذریعہ جو زوجین کے مابین پابندیاں عائد ہیں وہ وہ ختم کر دی جائیں۔

شوہر بیوی کا حاکم ہے اس لحاظ سے اللہ رب العزت نے نکاح کی گرہ بھی شوہر کے ہاتھ میں رکھی اور فرمایا:

بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ - (سورۃ البقرہ، آیت:۲۳۷)

اسلام دشمن عناصر نے قانون طلاق کو عورتوں پر ظلم وستم قرار دیا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ پہلے طلاق کے مخفی اسرار اور حکمتوں سے واقف ہوتے اور اس کی حقیقت کو جانتے اس کے بعد اس پر نکتہ چینی کرتے، لیکن انھوں نے سپریم کورٹ کے ذریعہ اس قانون کو ختم کرانے کی کوشش کی۔

مزید تہمت یہ لگائی کہ قرآن وحدیث میں یہ بات نہیں ملتی ہے کہ یکبارگی تین طلاق سے عورت فوراً نکاح سے باہر ہو جائے گی۔

اس پر ستم یہ کہ کچھ نام نہاد مسلمانوں نے اس کی نصرت وحمایت کا دم بھرا اور یہ کہا کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم وعہد صحابہ کرام میں ایک ساتھ تین طلاق کو ایک ہی قرار دیا جاتا تھا اور قرآن وحدیث میں یہی وارد ہے۔

الحمدللہ ہم نے اس مختصر رسالے کوایک نئے طرز پر ترتیب دیا ہے،اور حق المقدور فریقین کے دلائل کوسامنے رکھا تا کہ قارئین پڑھ کر بذات خود فیصلہ کرلیں کہ حق کس جانب ہے۔

اس میں ائمہ اربعہ کے موقف کو بھی بیان کیا اور قرآن وحدیث اور اجماع سلف وخلف سے اس بات کوثابت کیا کہ طلاق ثلاثہ کے وقوع کا مسئلہ اجماعی ہے،اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

تین طلاق کوایک کہنے والوں کے دلائل ذکر کر کے ان کے جوابات دینے کی بھی کوشش کی ہےاور اپنے مستدل بہ دلائل پر ہونے والے اعتراضا توشبہات کا بھی ازالہ کیا ہے۔

دلائل کی روشنی میں یہ بھی ثابت کیا کہ ساتویں صدی تک صحابہ کرام ،تابعین عظام اور دیگر اسلاف واخلاف کا یہی موقف رہا کہ ایک مجلس کی تین طلاق واقع ہوجائے گی۔سب سے پہلے اس مسئلہ میں ابن تیمیہ نے خرق اجماع کیا ہے۔اس کے بعداس کے متبعین بھی بے راہ روی کا شکار ہوکر اندھی تقلید میں چلتے رہے، یہاں تک کہ اس مسئلہ میں ابن تیمیہ کو بڑی رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور خود اس کے زمانہ کے علمانے اسے گمراہ گرلکھا۔

تمام باتیں مع حوالہ دلائل سے مزین کر کے ذکر کرنے کی کوشش کی ہے۔قارئین سے عریضہ ہے کہ اس کتاب سے مستفید ہوں اوراس حقیر کودعاؤں سے نوازیں۔

خطا ونسیان سے کس کو بے نیازی ہے !لہذا اگر کہیں بھول ، چوک یا مجھ سے نافہمی ہوتو قارئین ضرور رہنمائی فرمائیں تا کہ ہم اصلاح کی کوشش کریں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ پاک؟ اس مختصرسی کاوش کوشرف قبولیت عطا فرمائے اوراپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔**آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین**–

مقدمہ

حامدا و مصلیا و مسلما

مذہب اسلام نے ایک صالح معاشرہ کی تشکیل اور بے راہ روی کے خاتمہ کے لیے اپنے ماننے والوں کو نکاح کا حکم دیا اور اسے عبادت قرار دیا۔ نبی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی سنت قرار دیا اور اسے عبادت قرار دیا بلکہ اسے نصف ایمان قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ استَكمَلَ نِصفُ الايمانِ

ترجمہ: جس نے نکاح کیا اس کا نصف ایمان مکمل ہو گیا۔

رب العالمین نے اس مبارک رشتہ کو محکم و منظم اور پاکیزہ رکھنے کے لیے شوہر کو بیوی کا حاکم قرار دیا اور نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں رکھی اور ارشاد فرمایا: بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ

(القرآن سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۷)

شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی محکم گرہ رکھنے میں قدرت کے جو مقاصد و مصالح مضمر ہیں، وہ ہر صاحب الرائے اور عاقل و ذی فہم انسان پر روز روشن سے زیادہ عیاں ہیں۔ قدرت نے اس ازدواجی سفر کو پاکیزہ رکھنے کے لیے شوہر کو وقت ضرورت ہی طلاق کا اختیار بخشا اور بے ضرورت اس بندش کا توڑنا قطعا روا نہ رکھا، کبھی ایسے حالات درپیش ہوتے ہیں کہ طلاق شوہر کی بلکہ بیوی کی ضرورت بن جاتی ہے۔ جو لوگ بے ضرورت اس محکم رشتہ کو توڑتے ہیں، وہ اللہ رب العزت کے سخت غضب کے سزاوار ہیں۔

رب العالمین نے شوہر کو طلاق کا اختیار بخشا مگر تمام مباح چیزوں میں اسے سب سے زیادہ ناپسند قرار دیا۔ جو لوگ طلاق کے غیر ضروری اقدامات کر کے پھر اس پر نادم و پشیماں ہوتے ہیں، انہیں اللہ رب العزت کے غضب کا خوف رکھنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ بے ضرورت اس کے ارتکاب پر اللہ رب العزت کے حضور سخت پرسش اور سخت گرفت ہوگی۔

آج اسلام دشمن عناصر اسلام کے اس قانون کی غلط شبیہ پیش کرتے ہیں اور اسے عورت کے وقار کا دشمن قرار دیتے ہیں مگر انہیں نہیں معلوم کہ اسلام نے ایک صالح معاشرہ کی تشکیل اور ازدواجی رشتہ کو محکم و پاکیزہ رکھنے کے لیے اس ضابطہ کو مشروع فرمایا اور ارشاد فرمایا:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ

(القرآن، سورۃ البقرہ، الآیۃ: ۲۲۹)

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا۔ (کنز الایمان)

ظاہر ہے کہ اگر شوہر کو اختیار نہ ہوتا تو وہ مجبور محض رہ کر وقار کی زندگی سے محروم رہتا اور عورت ازدواجی زندگی کے پاکیزہ و محکم اصول پر قائم نہ رہتی۔ مذہب اسلام نے اس ضابطہ کو مشروع فرما کر عورت کو دور جاہلیت کی ظلمتوں سے نکال کر پر سکون و اطمنان کی پر وقار زندگی بخشی۔ دور جاہلیت کے تاریک ماحول سے عورتیں گھٹن محسوس کر رہی تھیں، اور آرام وسکون اور اطمنان کی پر وقار زندگی سے محروم تھیں۔ مذہب اسلام نے اس محکم ضابطہ کے ذریعہ درحقیقت خدا نا ترس شوہروں کی سرکشی کا سر قلم فرمایا ہے اور یہ حکم فرمایا ہے کہ اگر تمہیں حسن معاشرت سے رکھنا ہے تو انہیں رکھو ورنہ بھلائی کے ساتھ انہیں چھوڑ دو۔ جس طلاق کے بعد تمہیں رجعت کا حق حاصل ہے وہ صرف دو بار ہے اس کے بعد اگر تم نے تیسری مرتبہ طلاق دے دی تو اب رجعت کا حق حاصل نہیں۔ اب وہ عورت حرام ہوگئی حلالہ کے بغیر شوہر سابق کے لیے حلال نہ ہوگی، اسلام نے اس ضابطہ کے ذریعہ دور جاہلیت کی بہیمت و درندگی کا خاتمہ اور سد راہ فرمایا۔ یہ بندش اس لیے فرمائی تا کہ عورت شوہر کے ظلم وستم سے سالم و محفوظ رہے حالات سے بے بہرہ اسلام مخالفین، عورتوں کے اس ظلم وستم کو کیوں نہیں پیش کرتے؟ اور کیوں مذہب اسلام کی غلط تصویر کشی کرتے ہیں کیا عورت کا وجود اسی لیے ہے کہ اسے بار بار طلاق دے کر اس سے رجعت کر لی جائے اور اسے

اس کا حق نہ دیا جائے؟ اسلام نے خود یہ حکم فرمایا ہے کہ اگر تمہیں بھلائی کے ساتھ رکھنا ہے تو اس سے رجعت کر لو ورنہ بھلائی کے ساتھ اسے چھوڑ دو، یہ رجعت کا حق تمہیں بار بار حاصل نہیں، صرف دو بار ہے اب اگر دو بار طلاق دینے کے بعد تیسری مرتبہ طلاق دے دیا تو وہ عورت حلالہ کے بغیر شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ

(القرآن، سورۃ البقرہ، الآیۃ: ۲۲۰)

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

یہ تیسری طلاق چاہے ایک ساتھ دی اور یوں کہا کہ تجھے تین طلاق یا غیر مدخول بہا کو ایک مجلس میں الگ الگ طلاق دی اور یوں کہا: تجھے طلاق، تجھے طلاق، یا مدخول بہا کو الگ الگ مجلسوں میں تین طلاقیں دیں تو تین طلاق پڑ جائے گی اور شوہر اول کے لیے بیوی حلالہ کے بغیر حلال نہ ہوگی۔ اسلام نے یہ سخت حکم جو مشروع فرمایا وہ درحقیقت شوہر کے جوش غضب کی تسکین کے لیے ہے کہ جب ایک اور دو سے ضرورت پوری ہو سکتی ہے تو تین کی کیا حاجت؟

آج تین طلاق کا مسئلہ موضوع بحث ہے، ابن تیمیہ نے قرآن و سنت کے خلاف یہ زعم کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی قرار پائیں گی جب کہ ساتویں صدی تک صحابہ و تابعین اور سلف و خلف وغیرہ سب کا یہی مذہب رہا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اگرچہ تین طلاق دینا گناہ ہے اور حلالہ کے بغیر عورت شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔

علامہ صاوی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

اما القول بأن الطلاق الثلاث فی مرة واحدة لا یقع الا طلقة فلم یعرف الا لابن تیمیة و قد رد علیه ائمةمذهبه حتی قال العلماء انه الضال المضل

[حاشیۃ العلامۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، تحت قولہ تعالی فان طلقها فلا تحل لہ]

ترجمہ: ایک ساتھ دی گئی تین طلاق صرف ایک ہی ہوگی، ابن تیمیہ کے سوا کوئی اس کا قائل نہیں، اس کے ائمہ مذہب نے اس کا رد کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ وہ گمراہ گر ہے۔

محققین نے اس مسئلہ کو ایسا محقق و منقح فرمادیا ہے کہ ابن تیمیہ اور اس کے ہمنواؤں کے لیے مجال دم زداں نہیں مگر ہوس پرستی کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکاۃ میں اس کی تحقیق انیق فرما کر فرمایا:

قد اثبتنا النقل عن اکثرھم صریحا بایقاع الطلاق الثلاث و لم یظھر لھم مخالف فماذا بعد الحق الاالضلال

[مرقاۃ المفاتیح، باب الخلع و الطلاق، ج:۵، ص:۲۱۴۷]

ترجمہ: ہم نے کثیر صحابہ کرام کے نقل صریح سے یہ روشن کر دیا ہے کہ ایک ساتھ دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور کسی نے ان کی مخالفت بھی نہ کی۔ تو واضح ہو جانے کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ عاقل و منصف مزاج اگر عدل کرے گا تو اسے اس بات کا اذعان صادق ہو جائے گا کہ ایک ساتھ دی گئیں تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اس کا انکار روشن حقیقت کا انکار ہے۔

ابن تیمیہ نے ایسی روشن حقیقتوں کا انکار کر کے جمہور سے الگ تھلگ ایک راہ اختیار کی اور اپنے آپ کو سلف کے مذہب کا روشن آئینہ دار کہا جب کہ سلف کے مذہب سے دور کا کوئی رشتہ نہیں اس لیے کہ اس کے سلف اور ہیں اور سلف امت اور ہیں، وہ اپنے سلف کا نام شمار کرا دے اس کی حقیقت بے نقاب ہو جائے گی، اس کے زمانہ کے ائمہ و علما نے اسے بے نقاب فرما دیا ہے اور ہر دور میں ائمہ و علما اسے بے نقاب کر رہے ہیں۔

بڑی خوشی کا مقام ہے کہ ملک کی عظیم ترین درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کے شعبہ تحقیق کے گراں قدر محقق محمد نظام احسنی مصباحی نے جدید طرز پر اس موضوع پر محققانہ گفتگو فرمائی

ہے اور اس موضوع پر کئے جانے والے شبہات واعتراضات کا شافی وکافی جواب دیا ہے، اور کتاب وسنت کی روشنی میں اس موضوع کو محقق ومبرہن بنایا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اس موضوع کا محققانہ جائزہ لیا جائے اور ہوس پرستی سے دور رہ کر جمہور کے مذہب ومسلک کو غیر جانبدارانہ نگاہ سے دیکھا جائے، ان شاء اللہ الرحمن حق واضح ہو جائے گا اور جمہور امت کے مذہب ومسلک کا اذعان صادق ہوگا اور مخالفین کی ریشہ دوائیوں کا سدراہ ہوگا۔

میں محقق موصوف ''محمد نظام احسنی مصباحی'' کو ان کی اس علمی گراں قدر تحقیق انیق پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب پاک سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل ان کی اس گراں قدر تحقیق کو قبول خاص وعام بخشے اور مخالفین کی ریشہ دوائیوں کا خاتمہ فرمائے محقق موصوف کا علمی قدر بلند فرمائے، ان کا مستقبل روشن وتابناک فرمائے اور مزید علمی وتحقیقی خدمات کا جزء فراواں بخشے۔آمین یا رب العالمین **بجاہ سید المرسلین علیہ و علی آلہ و صحبہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات الی یوم الدین۔**

محمد ناظم علی رضوی مصباحی

خادم جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

۲۲ / جمادی الآخرۃ ۱۴۴۵ھ ۳؍فروری؍ ۲۰۲۴ء روز شنبہ مبارکہ

مسئلہ طلاق ثلاثہ

نکاح کے ذریعہ عورت پر جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں ان پابندیوں کو ختم کر دینے کا نام طلاق ہے، طلاق ایک ایسا قانون اسلام ہے جو اپنے دامن میں بے شمار مصلحتیں سمیٹے ہوئے ہے۔ اس سلسلہ میں اگر گہری نظر ڈالی جائے تو عورت کی خیر خواہی کی بابت کسی قوم میں یہ قانون نہ ملے گا البتہ یہ ہمارا موضوع نہیں ہے کہ اس پر بالتفصیل گفتگو کی جائے ورنہ تو اس کے لیے دفاتر درکار ہیں۔

مسائل طلاق میں ایک مسئلہ طلاق ثلاثہ کا ہے کہ کوئی شخص اپنی عورت کو ایک ساتھ ایک مجلس میں یا الگ الگ مجلسوں میں تین طلاقیں دے دے تو کیا حکم ہے؟ کیا تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی یا صرف ایک واقع ہوگی یا بالکل بھی واقع نہ ہوں گی؟

درحقیقت اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لیے کہ جب خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے کہ تین طلاق تین ہی شمار ہوں گی خواہ ایک مجلس میں دے یا الگ الگ خواہ یکبارگی دے یا علاحدہ دے، جب احادیث مرفوعہ سے ثابت اور اجماع صحابہ دال اور جمیع فقہا وعلما عامل ہیں تو اب اگر کوئی اس کے خلاف قول کرے تو یہ اختلاف نہیں بلکہ مخالفت کہلائے گی اس بحث میں ہم ''ان شاء اللہ'' تفصیل سے گفتگو کریں گے، فریقین کے دلائل کو بھی سامنے لائیں گے کہ قاری خود فیصلہ کرے اور جان جائے کہ حق کس جانب ہے۔

طلاق کے لغوی اور اصطلاحی معنی

لغت میں طلاق کے معنی چھوڑنے، ترک کرنے اور گرہ کھولنے کے ہیں۔

لسان العرب میں ہے۔

والتَّطْلِيقُ التَّخْلِيَةُ والإِرسال وحلُّ الْعَقْدِ.

[لسان العرب، ج: ۱۰، حرف القاف الطاء، ص: ۲۲۹]

عمدۃ القاری میں ہے:

''وَ الطَّلَاق اسْم للتطليق كالسلام اسْم للتسليم، يُقَال: طلق يُطلق تطليقا'': یعنی طلاق تطلیق کے معنی میں ہے جس طرح سلام تسلیم کے معنی میں ہے، کہا جاتا ہے: ''طلق يطلق تطليقاً''

اس کے بعد طلاق کے معنی بیان کرتے ہوئے علامہ عینی فرماتے ہیں۔

وَمعنى الطَّلَاق فِي اللُّغَة: رفع الْقَيْد مُطلقًا، مَأْخُوذ من إِطْلَاق الْبَعِير وَهُوَ إرْسَاله من عقاله

[عمدۃ القاری، ج:۲۰ - ص:۳۱۴]

ترجمہ: لغت میں طلاق کے معنی مطلقا قید کو اٹھا دینے کے ہیں اور یہ ماخوذ ہے ''اطلاق البعیر'' سے جس کے معنی ہیں اونٹ کے پاؤں سے رسی کھولنا۔

اصطلاح شرع میں طلاق نکاح کو ختم کرنے اور زوجین کے مابین جواز دواجی رشتہ ہے الفاظ مخصوصہ کے ذریعہ اس کو ختم کر دینے کا نام ہے۔

عمدۃ القاری میں ہے: وَفِي الشَّرْع: رفع قيد النِّكَاح وَيُقَال: حل عقدَة التَّزْوِيج.

[عمدۃ القاری، کتاب الطلاق، ج:۲۰، ص:۳۱۴]

یعنی شرع میں طلاق قید نکاح کو اٹھانے کا نام ہے، کہا جاتا ہے شادی کی گرہ کھل گئی۔

معجم الغنی میں ہے:

الطلاق شرعا: هو رفع قيد الزواج المنعقدة بين الزوجين بالفاظ مخصوصة.

(معجم الغني، لفظ، ط، ل، ق)

ترجمہ: شرع میں طلاق الفاظ مخصوصہ کے ذریعہ زوجین کے مابین ازدواجی رشتہ کی قید کو اٹھا دینے کا نام ہے۔

اقسام طلاق

طلاق کی تین قسمیں ہیں: [1] احسن، [2] حسن، اور [3] بدعی، ان کے احکام بالتفصیل کتب فقہ میں مرقوم ہیں بعض حضرات ابتداءً دو قسمیں کرتے ہیں: [1] طلاق سنی اور [2] طلاق بدعی، پھر طلاق سنی کو طلاق احسن اور حسن کی طرف تقسیم کرتے ہیں، الغرض حاصل ایک ہی ہے بس تعبیرات کا فرق ہے۔

طلاق احسن: یہ ہے کہ آدمی اپنی عورت کو ایک طلاق دے ایسے طہر میں جس میں اس سے وطی نہ کی ہو پھر اسے چھوڑے رکھے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔

طلاق حسن: یہ ہے کہ آدمی اپنی مدخول بہا کو ایسے تین طہر میں تین طلاق دے جن میں اس سے وطی نہ کی ہو، اور عورت نہ ہی حالت حیض میں ہو، یا غیر مدخول بہا کو ایک طلاق دے اگر چہ ایام حیض میں ہو، یا تین مہینوں میں تین طلاقیں دے اس عورت کو جسے حیض نہ آتا ہو، مثلاً نا بالغہ، حمل والی، پس ان تمام صورتوں میں طلاق حسن واقع ہوگی۔

طلاق بدعی: یہ ہے کہ ایک طہر میں تین یا دو طلاق دے خواہ یہ تین دفع میں دے یا دو دفعہ میں یا ایک ہی دفعہ میں تینوں طلاق دے ڈالے، یا ایک طلاق دے ایسے طہر میں جس میں وطی کر لی ہو یا موطوءہ کو حالت حیض میں طلاق دے، یا طہر میں ہی طلاق دے مگر اس سے پہلے جو حیض آیا اس میں وطی کی ہو، یا اس حیض میں طلاق دی تھی، یا یہ سب تو نہ کیا مگر طہر میں طلاق بائن دے دی، تو ان تمام صورتوں میں طلاق بدعی واقع ہو جائے گی۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲

اسلام میں طلاق کا پس منظر

اسلام کے قوانین پر عمل واعتقاد کے لیے اتنا کافی ہے کہ من جانب اللہ بندے کو اس کا حکم دیا گیا لیکن اس کے باوجود اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کے احکام وقوانین حکمت سے خالی نہیں ہیں: مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے ’’وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ‘‘

[پ:۲، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۷۹]

ترجمہ: اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقل مندو! کہ کہیں تم بچو۔

بظاہر انسان کے خون کے بدلے دوسرے کا خون کیا جاتا ہے تو اس میں تو انسان کی زندگی کو ختم کیا جاتا ہے لیکن حکمت یہ ہے کہ دوسرے لوگ کسی کا ناحق خون کرنے کی جرأت نہ کریں گے۔

حد زنا میں شادی شدہ کو رجم، غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جانے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ زنا کے قریب بھی نہ جائے اور معاشرہ بے حیائی اور فحاشی سے پاک رہے۔

عورتوں کو پردے کا حکم دیا تاکہ ان کی عزت وآبرو محفوظ رہے، نکاح کو آسان کیا گیا کہ معاشرہ زنا وبدکاری وغیرہ فحاشی معاملات سے محفوظ ومامون رہے، اسی طرح قانون طلاق بھی اپنے دامن میں بے شمار حکمتیں لیے ہوئے ہے۔

ہندوازم میں تو طلاق کا تصور ہی نہیں ہے، ایک عورت کی شادی ہوگئی تو اب ہمیشہ کے لیے اس کے بندھن میں بندھ گئی، اب بہرصورت اس کو اپنے خاوند کے ساتھ رہنا ہی پڑے گا خواہ دونوں میں جھگڑا فساد کتنا بھی بڑھ جائے، خواہ عورت کی زندگی اجیرن بن جائے لیکن وہ چھٹکارا نہیں حاصل کرسکتی ہے، اسی بنا پر کچھ عورتیں پھانسی لگانے، جلنے، اور کٹ کر موت کو گلے لگا کر چھٹکارا حاصل کرنے کو پسند کرتی ہیں۔

لیکن اسلام میں یہ تشدد وزیادتی نہیں ہے، اگر مرد وعورت کے درمیان بات نہیں بن پاتی ہے

یا اب دل ملنے کی کوئی صورت باقی نہ رہ گئی اور ان کا مل جل کر رہنا ممکن نہ رہا تو ایسی صورت میں اسلام کہتا ہے کہ مرنے، جلنے اور سوسائڈ (suicide) کر کے موت کو اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے مرد کو طلاق اور عورت کو خلع کا حق دیا ہے کہ مرد طلاق دے کر یا عورت خلع کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کر لے۔

✵ ✵ ✵ ✵ ✵

مسلمانوں سے ایک عریضہ

میاں بیوی میں باہم اختلاف یا جھگڑا ہو جانا ایک فطری بات ہے، اس معاملہ کو طلاق تک لے جانا ایک جہالت اور لاعلمی ہے، ہاں اگر کوئی بات ہو جائے تو اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے پھر بھی حالات ٹھیک نہ ہوں تو بات چیت بند کر دے، اس کے بستر کو جدا کر دے۔ اس سے دوری اختیار کرے یا اس کو ہلکی ضرب لگائے لیکن طلاق تک بات ہرگز نہ لے جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ﴿۳۴﴾

[سورۃ النساء: آیت، ۳۴]

ترجمہ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انھیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ، اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو، بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔

خدارا یہ چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر طلاق دے ڈالنا، اور وہ بھی ایک ساتھ تینوں یہ بہت بڑی بات ہے، اکثر کو دیکھا ہے کہ غصہ میں یا تھوڑے بہت جھگڑے میں طلاق دے ڈالتے ہیں لیکن بعد میں خود ان کو ندامت وشرمندگی ہوتی ہے، تب مسئلہ پوچھنے آتے ہیں کہ کوئی راہ نکل جائے۔

سنن ابی داود کی روایت ہے:- حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: میں نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دیں ہیں اب میرے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرت ابن عباس کچھ دیر خاموش رہے، حضرت مجاہد کہتے ہیں: مجھے لگا کہ آپ اس شخص کو رجوع کا حکم دے دیں گے، لیکن کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا

:تم میں کا کوئی حماقت پر سوار ہو کر آتا ہے، پھر کہتا ہے: اے ابن عباس! اے ابن عباس! بے شک اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: ''وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا'' کہ جو اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کے لیے راہ نکالتا ہے، اور تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی لہذا تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی۔

زوجین کے مابین اگر کچھ کشیدگی یا لڑائی و جھگڑا کا معاملہ دیکھیں، تو ان کے متعلقین و احباب کا فریضہ بنتا ہے کہ ان کے مابین صلح کرادیں اور محلہ و پڑوس کے لوگوں کو بھی صلح کرانے کی ہی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ آپس میں اختلاف کو بڑھانے پر آمادہ کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

[سورۃ النساء: آیت، ۳۵]

ترجمہ: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے۔ یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

اسلام عقد نکاح کو باقی رکھنے کا اتنا خواہاں ہے کہ بیوی اگر پسند نہ آئے تب بھی صبر کر کے اس کے ساتھ رہنے کی ترغیب دیتا ہے کہ بیوی کی اگر ایک عادت تم کو ناپسند ہوگی تو دوسری عادت اس میں ایسی بھی ہوگی کہ جسے تم بہت پسند کرتے ہو گے۔

رب تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

[سورۃ النساء، آیت: ۱۹]

ترجمہ: پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بھی بھلائی رکھ دے۔

اب رہا طلاق کا معاملہ تو وہ بصورت ضرورت ہے اور حدیث پاک میں اس کو ابغض المباحات اور ابغض الحلال کہا گیا ہے،

اگر طلاق دینا ہی چاہے تو صرف ایک طلاق دے تا کہ مرد و عورت دونوں کو اپنے اپنے معاملہ میں غور وفکر کرنے کا موقع مل جائے یا جن اخلاق کی بنا پر معاملہ یہاں تک آ پہنچا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی بداخلاقیوں سے باز آ جائے اور اب محبت پیدا ہو جائے،

اب بھی اگر معاملہ نہ بن پائے تو اگلے طہر میں ایک اور طلاق دے دے کہ اس کو یا خود مرد کو یاددہانی ہو جائے کہ اب تو شوہر یا بیوی چھوٹ جانے کے قریب ہے، لہذا اب صلح کر لی جائے یا کسی اور طریقے سے بات بن جائے تو گھر اجڑنے سے بچ جائے لیکن اگر اب بھی کوئی صورت نہ رہے، بالکل میاں بیوی جدائی ہی چاہتے ہوں تو تیسرے طہر میں ایک آخری طلاق بھی دے دے، اب وہ عورت عدت گزار کر نئی زندگی گزارے اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور مرد بھی چاہے تو دوسرا نکاح کر لے اسے اختیار ہے۔

اسلام اجازت دیتا ہے کہ مرد کے طلاق دینے کے بعد یا خود عورت کے خلع کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کر لینے کے بعد دوسری شادی کر لے لیکن ہندوازم میں تو دوسری شادی ہی نہیں کر سکتی ہے، خواہ اس کا شوہر مر جائے یا کوئی بھی صورت حال درپیش ہو لیکن بیوہ عورت دوسری شادی پھر بھی نہیں کرسکتی ہے۔

بعد کے کچھ لوگوں نے یہ قانون بنالیا کہ اب عورت کو بھی اختیار ہے کہ دوسری شادی کرسکتی ہے لیکن مشکل ہے کہ انھوں نے معاملہ کو اتنا پیچیدہ بنا رکھا ہے کہ وہاں تک پہنچنا اور ان شرائط کو پورا کرنا ایک امر محال سا ہو چکا ہے۔

اب دلیل کے طور پر کچھ ان کی عبارات ذکر کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ ان کی دھارمک کتابوں میں دوسری شادی کا کوئی تصور نہ تھا بلکہ اس بیوہ کو اسی حالت میں زندگی گزارنے کا پابند بنایا جاتا تھا۔

منواسمرتی [मनु स्मृति] بیوہ کو حکم دیتی ہے

काम तु क्षपयेच्छेह पुष्यमूल फलै शूभै!

तु नामापि गृह्णीयत्यौ प्रेते परस्यतु।

(श्लोक 157, अध्याय 5,मनुस्मृति)

आसीतामरनाथन्ता नियता ब्रह्मचारिणी।

यो धर्म एकपत्नीनां काङन्त्रक्षन्ति तमनुत्तमम्।

ترجمہ: شوہر کے مرنے پر عورت پاک پھل، پھول اور جڑ کھا کر جسم کو کمزور کرے لیکن دوسرے آدمی کا نام کبھی نہ لے۔

ترجمہ: بیوہ عورت شوہر پرستی کے اعلیٰ فرائض کو چاہتی ہوئی مرتے دم تک معافی چاہتے ہوئے اصول وضوابط (उत्तम धर्म) کے ساتھ زندگی گزارنے والی (ब्रहमचारिणी) بن کر رہے۔

اب دیکھو! ان سب کے بالمقابل اسلام کے قوانین نہایت حکمت بھرے ہیں اور حقوق نسواں کی کیسی پاسداری ہے کہ اگر شوہر انتقال کر جائے یا چھوڑ دے تو عدت گزار کر دوسرے مرد سے شادی کر لے۔

کیا اسلام میں عورت کو طلاق لینے کا حق نہیں ہے؟

کچھ لوگ اس بات کو لیکر اسلام کو نشانہ بناتے ہیں کہ اسلام میں طلاق کا حق صرف مرد کو دیا گیا ہے اور عورت کو اس سے محروم رکھا گیا لہذا یہ حقوق نسواں میں کمی کا باعث اور ان پر ایک طرح کا ظلم ہے۔

یاد رہے کہ اسلام نے جس طرح مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے اسی طرح عورت کو اختیار تو نہ دیا لیکن عورت کو طلاق لینے سے محروم بھی نہ رکھا، البتہ مرد کو جو اختیار ہے اسے طلاق سے تعبیر کیا اور عورت کو جو حق ہے اسے خلع ،تفویض طلاق (سپرد طلاق) سے تعبیر کیا گیا۔

خلع: مال کے بدلے نکاح کو زائل کر دینا اور عورت کو چھوڑ دینا خلع کہلاتا ہے یعنی اگر میاں بیوی میں نا اتفاقی ہو اور عورت جدائیگی ہی چاہتی ہو تو عورت کچھ مال دیکر شوہر سے طلاق لے لے۔

یہ بھی تو حق طلاق ہی ہے کہ عورت کچھ مال دیکر شوہر سے خلاصی حاصل کر لے، کتابوں میں یہ بھی صراحت ہے کہ شوہر نے جو مہر اس عورت سے بوقت نکاح مقرر کیا تھا اس سے زیادہ نہ لے۔عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی اس کا وقوع ہوا ہے۔

صحیحین کی روایت ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ثابت بن قیس کے اخلاق و دین کی نسبت مجھے کچھ کلام نہیں لیکن اسلام میں کفران نعمت کو میں پسند نہیں کرتی ہوں (یعنی وہ خوبصورت نہیں ہیں جس کے سبب میری طبیعت ان کی طرف مائل نہیں ہوتی ہے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا باغ (جو مہر میں تجھ کو دیا تھا) تو واپس کر دے گی؟ عرض کی ہاں ! پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: باغ لے لو اور طلاق دے دو۔

[بخاری، ج:۷، ص:۴۶، کتاب الطلاق، باب الخلع، رقم الحدیث، ۵۲۷۳]

تفویض طلاق: جس طرح مرد کو خود طلاق دینے کا اختیار ہے اسی طرح مرد اپنی عورت کو بھی طلاق لینے کا اختیار دے سکتا ہے اسی کا نام تفویض طلاق (سپرد طلاق) ہے۔

کوئی اعتراض کرسکتا ہے کہ جب شوہر خود طلاق نہ دے رہا ہو تو عورت کو طلاق لینے کا اختیار کیوں دے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح وقت نکاح عورت کو عقد نکاح کا اختیار رہتا ہے اسی طرح عورت کو یہ بھی اختیار رہتا ہے کہ اسی وقت چند چیزوں کو ذکر کرے جن کے متعلق اسے خدشہ ہو پھر یہ شرط لگائے کہ اگر یہ یہ نہیں کیا یا اس طرح میرے ساتھ سلوک نہ کیا تو مجھے طلاق کا اختیار ہے، ایجاب عورت کی جانب سے ہو اور مرد اس کو قبول کرلے، تو اب جس طرح مرد کو اختیار طلاق حاصل ہے اسی طرح عورت کو بھی حق طلاق حاصل ہے کہ وہ خود طلاق لے کر جدا ہو جائے اور بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے۔

یہ بات درست ہے کہ عورت کو مرد کے برابر طلاق دینے کا حق نہ دیا گیا لیکن اس کے پس پشت بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں کارفرما ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لئے یہی کافی ہے کہ قرآن پاک میں یہی حکم دیا گیا ہے چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (سورۃ البقرہ، پ:۲، آیت:۲۳۷)

ترجمہ: کہ اس (مرد) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

۲۔ نکاح و ازدواجی زندگی کی ساری ذمہ داریاں مرد پر ہی عائد ہوتی ہیں، گھر کو خوشحال بنانے اور بیوی بچوں کو پالنے و دیگر انتظامات کے لیے اسے بہت زیادہ مالی و جسمانی بار اٹھانا پڑتا ہے، طلاق دینے کی صورت میں اس کو بہت بڑا مالی و جسمانی دونوں طرح کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اور طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے مثلاً مہر کی ادائیگی، اخراجات عدت برداشت

کرنا وغیرہ وغیرہ۔اس کا گھر اجڑ جاتا ہے،آشیانہ برباد ہو جاتا ہے،سارا چین وسکون غارت ہو جاتا ہے،بعد طلاق معلوم نہیں بیوی ملے یا نہ ملے اور ملے بھی تو اخلاق مند ملے یا بداخلاق۔

اب ان تمام چیزوں پر غور وفکر کرنے کے بعد مرد حتی المقدور طلاق دینے سے بچتا ہے اور بھر پور کوشش کرتا ہے کہ معاملہ بنا رہے،غصہ میں بھی احتیاط سے کام لیتا ہے،ان تمام چیزوں کو دیکھتے ہوئے مرد کو طلاق کا اختیار دیا گیا نہ کہ عورت کو،اس لیے کہ مرد کے بالمقابل عورت میں غصہ زیادہ ہوتا ہے،غور وفکر کا مادہ بھی کم ہوتا ہے،کسی بات کو برداشت نہیں کرتی ہے،انتقامی جذبہ بھی آمادہ رہتا ہے، بہت جلد لوگوں کی باتوں میں آجاتی ہے۔لہذا اگر عورت کو شوہر کی طرح طلاق کا اختیار دے دیا جاتا تو وہ چھوٹی چھوٹی سی بات پر طلاق دیتی پھرتی ،نہ جانے کتنے گھر برباد ہوتے ، کتنے آشیانے تباہ ہوتے۔

مغربی ممالک میں جہاں مرد وعورت کو برابر طلاق دینے کا اختیار دیا گیا وہاں ایسے ایسے واقعات سامنے آئے ہیں کہ انھیں پڑھ کر لگتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے دین ودھرم کو تماشا بنا رکھا ہے۔

مثلاً: ایک عورت نے صرف اس بنا پر اپنے خاوند کو طلاق دے ڈالی کہ وہ سوتے وقت خراٹے لیتا تھا، ایک خاتون نے اس لیے طلاق دے دی کہ اس کا شوہر تاخیر سے گھر آتا تھا، وہیں ایک نے کتے کی خاطر اپنے خاوند کو طلاق دے دی،تائیوان میں ایک عورت کے شوہر نے میسیج کا جواب نہ دیا تو اس نے طلاق دے دی۔(انقلاب،دہلی،۱۹-جولائی ۲۰۱۷ء)

ان تمام خرابیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے مرد کے برابر عورت کو حق طلاق نہ دیا البتہ اسے بالکل محروم بھی نہ چھوڑا کہ وہ مجبور محض بن جائے بلکہ مختلف طریقوں سے اسے بھی حق دیا گیا ہے۔

✵ ✵ ✵ ✵ ✵

طلاق ثلاثہ اور مذاہب اربعہ

طلاق ثلاثہ کے متعلق ائمہ اربعہ کے موقف کو ذکر کیا جاتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ طلاق ثلاثہ کے وقوع کا مذہب نہ صرف احناف کا ہے بلکہ ائمہ اربعہ، تابعین و تبع تابعین اور صحابہ کرام کا بھی یہی موقف اور اسی پر عمل رہا ہے۔

شوافع کا موقف:

امام شافعی اور ان کے جملہ اصحاب کے نزدیک بیک وقت دی گئ تین طلاقیں، تینوں واقع ہو جاتی ہیں خواہ ایک ساتھ دے یا جدا جدا، ایک مجلس میں دے یا مختلف مجالس میں دے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا:

قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال الشافعي و مالك و أبو حنيفة و أحمد و جماهير العلماء من السلف و الخلف يقع الثلاث

[باب طلاق الثلاث، ج:۱۰، ص ۷۰]

ترجمہ: امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور جمہور علمائے سلف وخلف نے فرمایا: جب مرد اپنی عورت کو ایک ساتھ تین طلاق دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

الفقه على المذاهب الاربعه میں ہے: مرد تین طلاق کا مالک ہوتا ہے، اگر چہ اس کی عورت باندی ہو، اور غلام دو طلاق کا مالک ہوتا ہے اگر چہ اس کی عورت آزاد ہو، اس کے بعد اسی میں ہے: **فاذا طلق الرجل زوجته ثلاثا دفعة واحدة بان قال لها: انت طالق ثلاثا لزمه ما نطق به من العدد في المذاهب الاربعة وهو رأى الجمهور**

[کتاب الطلاق، مبحث تعداد الطلاق ج:۴، ص:۳۰۳]

ترجمہ: پس جب آدمی ایک ہی دفعہ میں تین طلاقیں دے، بایں طور کہے ''تجھے تین طلاق'' تو چاروں مذاہب میں جو تعداد اس نے بولی ہے لازم ہو جائے گی اور یہی جمہور کی رائے ہے۔

مالکیہ کا موقف:

امام مالک اور ان کے اصحاب کے نزدیک بھی بیک وقت دی گئیں تین طلاقیں تینوں واقع ہو جائیں گی جیسا کہ ماقبل میں شرح مسلم للنووی اور الفقہ علی المذاہب الاربعہ کے حوالے سے گزرا۔

اور فقہ مالکی کی کتابوں میں بھی بالتفصیل ان کا مذہب صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

فقہ مالکی کی ایک معتبر کتاب: ''مواهب الجليل في شرح مختصر خليل'' میں ہے:

إذَا كَرَّرَ الطَّلَاقَ بِلَا عَطْفٍ، فَقَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ يَلْزَمُهُ الثَّلَاثُ فِي الْمَدْخُولِ بِهَا

ترجمہ: جب الفاظ طلاق کی تکرار بغیر عطف کے کرے اور کہے: تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، تو تینوں طلاق لازم ہو جائیں گی

اسی میں آگے ہے: **إذَا قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا إنْ فَعَلْت كَذَا، فَقَالَ مَالِكٌ: يَلْزَمُهُ بِقَوْلِهِ الْأَوَّلِ۔**

(فصل في امكان الطلاق، ج: ۴ ص: ۵۹)

ترجمہ: امام مالک نے فرمایا: جب کوئی اپنی بیوی سے کہے: تجھے تین طلاق تجھے تین طلاق اگر ایسا کیا تو اس قول اول (انت طالق ثلاثا) سے ہی تینوں طلاقیں لازم ہو جائیں گی۔

اس کے علاوہ ''الرسالہ لابن ابي زيد القيروانی'' ودیگر کتب مالکیہ میں صراحت ہے کہ تین ہی واقع ہوں گی کہیں ایک کا ذکر نہیں ہے۔

حنابلہ کا مذہب:

اسی طرح مذہب حنبلی میں بھی یہی ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دیں، یا الگ الگ، ایک مجلس میں یا الگ الگ مجلسوں میں بہر صورت تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور بغیر حلالہ کے بیوی دوبارہ نکاح میں نہیں آسکتی ہے۔

المبدع شرح المقنع میں ہے:

مسألة: أذا وقع ثلاثا في كلمة واحدة وقع الثلاث، روى عن جماعة من الصحابة وهو قول أكثر العلماء

(باب سنة الطلاق و بدعته، ج: ۲، ص: ۳۰۳]

ترجمہ: مسئلہ: جب کوئی ایک لفظ سے تین طلاق دے دے تو تینوں واقع ہو جائیں گی، یہی حکم جماعت صحابہ کرام سے مروی ہے اور یہی اکثر علما کا قول ہے۔

ألانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف میں ہے: **لو قال أنت طالق واحدة ثلاثا وقع ثلاثا على الصحيح من المذهب**

(كتاب الطلاق. فصل وقع الثلاث، ج: ۲، ص: ۲۵۸)

ترجمہ: اگر کسی نے تین بار کہا کہ تجھے ایک طلاق تو مذہب صحیح پر تین ہی واقع ہوں گی۔

اسی طرح دیگر کتب حنابلہ میں بھی یہ حکم موجود ہے۔

احناف کا مذہب:

جو مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے، سلف وخلف کا ہے وہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب ودیگر فقہائے احناف کا بھی ہے کہ ایک مجلس میں، یا مختلف مجالس میں ایک دفعہ میں یا الگ الگ دفعہ میں دی گئیں تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی۔ اوراس کی عورت نکاح سے نکل جائے گی، حلالہ کے بغیر نکاح میں واپس کرنا ناجائز وحرام اور خالص زنا ہے۔

مبسوط سرخسی میں ہے: **انه اذا طلقها ثلاثا جملة يقع ثلاثا عندنا**

[كتاب الطلاق، باب الرد على من قال اذا طلق لغير السنة لا يقع، ج: ۲، ص: ۵۷]

ترجمہ: جو اپنی عورت کو یک بارگی تین طلاق دے دے تو ہمارے نزدیک تینوں واقع ہو جائیں گی۔

علامہ بابرتی نے ''**العنایہ شرح الهدایه**'' میں فرمایا: **وَطَلَاقُ الْبِدْعَةِ أَنْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثًا**

بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ أَوْ ثَلَاثًا فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ وَهُوَ حَرَامٌ عِنْدَنَا، لٰكِنَّه إِذَا فَعَلَ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَبَانَتْ مِنْهُ وَحَرُمَتْ حُرْمَةً غَلِيظَةً۔

[کتاب الطلاق، باب طلاق البدعة ج:۳، ص ۴۶۸]

ترجمہ: طلاق بدعی یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک لفظ سے تین طلاق دے یا ایک طہر میں تین طلاق دے۔ یہ فعل ہمارے نزدیک حرام ہے لیکن اس نے (تین طلاقیں) دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی، اور عورت اس سے جدا ہو جائے گی، اور حرمت غلیظہ واقع ہو جائے گی۔

طلاق ثلاثہ کے وقوع پر قرآن وحدیث سے دلائل

قرآن کریم سے دلیل:

اللہ پاک نے قرآن کریم میں طلاق کے مسئلہ کو بالتفصیل بیان فرمایا، طلاق شرعی، خلع اور طلاق مغلظہ اوران کے احکام کوبھی بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ

[سورۃ البقرۃ، لآیۃ: ۲۲۹]

ترجمہ: طلاق دوبارتک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روکے رکھنا یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ

[سورۃ البقرۃ الآیۃ: ۲۳۰]

ترجمہ: پھر اگر اسے تیسری طلاق دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے ساتھ نہ رہے۔

اب یہاں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس آیت مبارکہ میں حرف ’’فا‘‘ کا استعمال ہوا ہے، فقہا کا اتفاق ہے کہ ’’فا‘‘ تعقیب کے لیے آتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اگر اسے تین طلاق دے دیں خواہ الگ الگ دے یا ایک ساتھ تو بیوی شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی۔’’حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ‘‘ اس لئے کہ آیت کریمہ مطلق ہے لہذا سب کو شامل ہوگی۔

تفسیر طبری میں اسی آیت کے تحت ہے

عن ابن عباس قوله:"فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ "

یقول: إن طَلَقَّهَا ثَلَاثًا، فَلَاتَحِلُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْ جًا غَیْرَهُ

[تفسیر طبري ج:۴، ص: ۵۸۶، رقم الحدیث ۴۸۸۲]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ارشاد باری "فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ" الخ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اب وہ حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح کرے۔

تفسیر ماوردی میں اسی آیت کے تحت ہے:

فإن طلقها ثلاثاً معاً في قرء كان طلاق بدعة, وهذا قول أبي حنيفة و مالك رحمهما الله فإن طلقها ثلاثاً في قرء كان غير بدعة, قاله الشافعي رحمه الله, وقد روي أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ: فطلّقوهن لقُبُلِ عدّتهن. وإن طلقها حائضاً أو طهر جماع كان بدعة, وهو واقع۔

[النکت والعیون، ج:٦، ص:۲۹]

ترجمہ: پس اگر اسے تینوں طلاقیں ایک ہی طہر میں دے دیں تو طلاق بدعی ہوگی یہ قول امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا ہے، اور امام شافعی کا قول ہے کہ اگر ایک طہر میں تین طلاقین دیں تو یہ طلاق بدعی نہ ہوگی۔ (البتہ ان کے نزدیک بھی تینوں واقع ہوجائیں گی)

مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے تھے: **فطلقو هن لقبل عدتهن**، اور یوں ہی اگر عورت کو حالت حیض یا اسے طہر میں طلاق دی جس میں جماع کرلیا ہو تو یہ بھی طلاق بدعی ہوگی اور ان تمام صورتوں میں طلاق واقع ہوجائے گی۔

اب ان تفاسیر اور ان کے علاوہ دیگر تفاسیر میں بھی یہی صراحت ہے لہذا اگر تین طلاق دے دیں خواہ ایک مجلس میں یا الگ الگ مجلسوں میں بہر صورت تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی کیوں کہ قرآن پاک میں یہ حکم مطلق آیا ہے اور کسی تفسیر میں یہ صراحت نہیں ہے کہ اگر ایک مجلس میں

تین طلاق دیں تو ایک واقع ہوگی اب اگر کوئی یہ تفسیر کرے تو یہ تفسیر بالرائے کہلائے گی جس کی مذمت حدیث پاک میں وارد ہے۔

احادیث کریمہ سے دلائل

(1) بخاری، مسلم، سنن نسائی اور سنن ابی داؤد کی روایت ہے:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ عُوَيْمِرًا العَجْلاَنِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ! أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عَاصِمٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَسَائِلَ وَعَابَهَا، حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ جَاءَهُ عُوَيْمِرٌ، فَقَالَ: يَا عَاصِمُ! مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ عَاصِمٌ لِعُوَيْمِرٍ: لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا، فَقَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللهِ لاَ أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا، فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى جَاءَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَطَ النَّاسِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »قَدْ أُنْزِلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ، فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ: فَتَلاَعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ تَلاَعُنِهِمَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلاَثًا، قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتْ سُنَّةَ المُتَلاَعِنَيْنِ

[صحيح بخاري، باب اللعان و من طلق بعد اللعان، ج:۷، ص:۵۳، رقم الحديث:۵۳۰۸]

ترجمہ: امام زہری روایت کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے انھیں خبر دی کہ

حضرت عویمر عجلانی حضرت عاصم کے پاس آئے اور بولے: اے عاصم! یہ بتاؤ، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے آدمی کو دیکھے تو کیا اسے قتل کر دے، تو کیا تم اس شخص کو قتل کرو گے؟ یا وہ شخص کیا کرے؟ اے عاصم! میرے اس مسئلہ کے بارے میں تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرو۔

حضرت عاصم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مسائل کو ناپسند فرمایا اور معیوب قرار دیا یہاں تک کہ حضرت عاصم پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر گراں گزرا، جب وہ گھر واپس آئے تو حضرت عویمر آئے اور بولے اے عاصم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں کیا فرمایا؟ عاصم نے کہا: تم اچھی خبر نہیں لائے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پسند نہ فرمایا۔ حضرت عویمر نے کہا: خدا کی قسم میں جب تک حضور سے پوچھ نہ لوں گا خاموش نہ بیٹھوں گا۔

اس کے بعد عویمر لوگوں کے مابین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے آدمی کو دیکھے تو کیا اسے قتل کرے؟ تو کیا آپ اس کو قتل کریں گے؟ یا وہ شخص کیا کرے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اور تمہاری بیوی کے سلسلہ میں حکم نازل ہو گیا ہے، جاؤ اپنی بیوی کو لے آؤ،

حضرت سہل کا بیان ہے کہ ان دونوں نے لعان کیا جبکہ میں بھی ان کے ساتھ حضور کی بارگاہ میں حاضر تھا، جب دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو حضرت عویمر نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اس کو اپنے پاس رکھوں تو میں جھوٹا ہوں اور پھر عویمر نے حضور کے کچھ حکم ارشاد فرمانے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں۔

ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ اس کے بعد لعان کرنے والوں میں یہی طریقہ رائج ہو گیا۔

سنن ابوداؤد کی روایت سے مزید اس کی وضاحت ہوتی ہے، حضرت سہل بن سعد الساعدی نے اس واقعہ کے بارے میں بیان فرمایا:

قال: فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فأنفذه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم له وكان ماصنع عند رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سنة

[سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق، رقم الحدیث:۲۲۵۰]

ترجمہ: آپ نے فرمایا کہ حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تینوں کو نافذ فرما دیا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہوا وہ سنت قرار پایا۔

اب اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت عویمر عجلانی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین تین طلاق دیں تو حضور نے انکار نہ فرمایا بلکہ تینوں نافذ فرما دیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ فقط لعان سے میاں بیوی میں تفریق نہیں ہوتی ہے، ورنہ لعان کے بعد صحابی رسول طلاق نہ دیتے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر انکار فرما دیتے۔

''عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں ہے'' : **وأمضاه رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم ينكر عليه فدل على أن من طلق ثلاثا يقع ثلاثا.**

[عمدة القاري زیر حدیث: ۵۲۵۹، ج: ۲۰ ص: ۲۳۴]

ترجمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عویمر عجلانی کی تینوں طلاق کو نافذ فرما دیا اور اس پر کسی نے انکار نہ کیا، پس یہ دلیل ہوگئی کہ جس نے تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم للنووی کے حوالے سے لکھتے ہیں، **وقد وقع في شرح مسلم للنووى وذلك لانه ظن ان اللعان لا يحرمها عليه فأراد تحريمها بالطلاق فقال: هي طالق ثلاثا۔**

[فتح الباری تحت حدیث، ۵۳۰۸، باب اللعان ج: ۹، ص: ۵۵۱]

ترجمہ: اور شرح مسلم للنووی میں ہے: عویمر عجلانی نے تین طلاق اس لیے دیں کہ انھوں نے یہ گمان کیا کہ لعان سے ان کی بیوی حرام نہ ہوئی تو انھوں نے طلاق کے ذریعہ حرمت کا ارادہ فرمایا تب کہا: ''اسے تین طلاق''۔

(۲) سنن ابن ماجہ کی روایت ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ: حَدِّثِينِي عَنْ طَلَاقِكِ، قَالَتْ: طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا، وَهُوَ خَارِجٌ إِلَى الْيَمَنِ، فَأَجَازَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[سنن ابن ماجه، باب: من طلق ثلاثا فی مجلس واحد، ج: ۱، ص: ۶۵۲، رقم الحدیث ۲۰۲۴]

ترجمہ: حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے کہا اپنی طلاق کا واقعہ مجھے سناؤ! انھوں نے کہا کہ میرے خاوند جس وقت یمن جا رہے تھے، اس وقت مجھے تین طلاقیں دیں، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نافذ فرمادیا۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے خاوند کا نام حفص بن مغیرہ تھا، انھوں نے ایک ہی مجلس میں یک بارگی تینوں طلاقیں دیں تھیں۔

سنن دارقطنی کی روایت سے اس حدیث کی مزید وضاحت ہوتی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں۔

أَنَّ حَفْصَ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَبَانَهَا مِنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[سنن الدار قطنی، کتاب الطلاق والخلع والایلاء وغیرہ، ج: ۵، ص: ۲۳، رقم الحدیث ۳۹۲۲]

ترجمہ: حضرت حفص بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دیں پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا فرمادیا۔

(۳) سنن دارقطنی اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدٍ الْحَافِظُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شَاذَانَ الْجَوْهَرِيُّ

، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ , حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ رُزَيْقٍ , أَنَّ عَطَاءً الْخُرَاسَانِيَّ حَدَّثَهُمْ , عَنِ الْحَسَنِ , قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ ! أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً وَهِيَ حَائِضٌ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُتْبِعَهَا بِتَطْلِيقَتَيْنِ أُخْرَاوَيْنِ عِنْدَ الْقُرْئَيْنِ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , فَقَالَ: يَا ابْنَ عُمَرَ مَا هَكَذَا أَمَرَكَ اللهُ إِنَّكَ قَدْ أَخْطَأْتَ السُّنَّةَ, وَالسُّنَّةُ أَنْ تَسْتَقْبِلَ الطُّهْرُ فَيُطَلِّقَ لِكُلِّ قُرُوءٍ , قَالَ: فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاجَعْتُهَا , ثُمَّ قَالَ: إِذَا هِيَ طَهُرَتْ فَطَلِّقْ عِنْدَ ذَلِكَ أَوْ أَمْسِكْ , فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رَأَيْتَ لَوْ أَنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا كَانَ يَحِلُّ لِي أَنْ أُرَاجِعَهَا؟ , قَالَ: لَا كَانَتْ تَبِينُ مِنْكَ وَتَكُونُ مَعْصِيَةً

[سنن الدار قطنی کتاب الطلاق و الخلع و الایلاء و غیرہ، ج:۵،، ص: ۵۶ رقم الحدیث ۳۹۷۴]

ترجمہ: حضرت حسن بصری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، اس کے بعد حیض کی حالت میں ہی باقی دونوں طلاقیں دینے کا بھی ارادہ فرمایا، جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا: اے ابن عمر! اللہ عزوجل نے اس طرح طلاق دینے کا حکم نہیں دیا، بے شک تم نے سنت کے خلاف کیا۔

سنت یہ ہے:- طہر کا انتظار کرے پھر ہر طہر میں طلاق دے۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تو میں نے رجوع کرلیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب وہ پاک ہو جائے اس وقت اسے چاہو تو طلاق دے دو یا روکے رکھو، عرض کی! یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ بتائیں کہ اگر میں اس کو تینوں طلاق دے دیتا تو کیا میرے لیے رجوع کرنا جائز ہوتا؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ تمہاری عورت تم سے جدا ہو جاتی اور گناہ ہوتا۔

امام طبرانی نے اسے اس سند سے روایت کیا ہے۔

حدثنا علي بن سعيد الرازی حدثنا يحي بن عثمان بن سعيد بن كثير بن دينار الحمصي حدثنا ابي، حدثنا سعيد بن رزيق، اور بعد کی باقی سند و متن یکساں ہے۔

(۴) سنن ابی داؤد کی روایت ہے:

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَادُّهَا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ، فَيَرْكَبُ الْحَمُوقَةَ ثُمَّ يَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ: {وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا} وَإِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللَّهَ فَلَمْ أَجِدْ لَكَ مَخْرَجًا، عَصَيْتَ رَبَّكَ، وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ

[سنن ابي داود باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، ج: ۲، ص: ۲۶۰ رقم الحديث ۱۹۷۷]

ترجمہ: حضرت مجاہد سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور بولا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں ہیں (اب میرے بارے میں کیا حکم ہے؟) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ اس شخص کو رجوع کرنے کا حکم دے دیں گے لیکن اس کے بعد آپ نے فرمایا: تم میں کا کوئی شخص حماقت پر سوار ہو کر آتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس، اے ابن عباس! بے شک ارشاد باری تعالیٰ ہے. ''ومن يتق الله يجعل له مخرجا'' جو اللہ تعالی سے ڈرے تو اللہ اس کے لیے راہ نکالتا ہے، اور تو نے خوف خدا نہ کیا لہذا تیرے لیے میں کوئی راہ نہیں پاتا، تو نے اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی اور تیری عورت بھی تجھ سے جدا ہو گئی۔

یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے اس کی متعدد سندیں ذکر فرمائی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) حميد الأعرج وغيره عن مجاهد عن ابن عباس

(۲) رواه شعبة عن عمرو بن مرة عن سعيد بن جبير عن ابن عباس

(۳) ایوب و ابن جریج جمیعا عن عکرمۃ بن خالد عن سعید بن جبیر عن ابن عباس

(۴) ابن جریج عن عبد الحمید بن رافع عن عطاء عن ابن عباس

(۵) الاعمش عن مالک بن الحارث عن ابن عباس

(۶) ابن جریح عن عمرو بن دینار عن ابن عباس

یہ مذکورہ تمام سندیں ذکر کرنے کے بعد امام ابوداود نے فرمایا:- **کلهم قالوا: فی الطلاق الثلاث انه أجازها. قال: و بانت منك)**

[سنن ابی داؤد باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث۔ ج:۲، ص:۲۶۰، رقم الحدیث ۲۱۹۷]

یعنی تمام حضرات نے فرمایا: یہ واقعہ تین طلاق کے متعلق تھا، اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کو نافذ فرمادیا، مزید فرمایا: تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی۔

۵: موطا امام مالک میں ہے: **أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ، أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنِّي طَلَّقْتُ امْرَأَتِي مِائَةَ , فَمَاذَا تَرَى؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: طَلُقَتْ ثَلَاثاً، وَسَبْعٌ وَتِسْعُونَ اتَّخَذْتَ بِهَا آيَاتِ اللهِ لعباً هُزُوًا.**

[مؤطا مالك برواية ابي مصعب الزهري باب ما جاء في البتة، ج:۱، ص:۶۰۵]

ترجمہ: امام مالک سے روایت ہے، انھیں روایت پہنچی کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں ہیں، اب میرے بارے میں کیا حکم ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین سے وہ عورت مطلقہ ہوگئی اور ستانوے کے ذریعہ تو نے اللہ کی آیات کے ساتھ ٹھٹھا کیا۔

(۶) موطا امام مالک میں یہ روایت بھی ہے: **أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ:**

إِنِّي طَلَّقْتُ امْرَأَتِي ثَمَانِيَ تَطْلِيقَاتٍ، فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: فَمَاذَا قِيلَ لَكَ؟ قَالَ: قِيلَ لِي: إِنَّهَا قَدْ بَانَتْ مِنْكَ، فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: أجل

[موطا مالک بروایۃ ابو مصعب الزہری، باب ماجاء في البتة ج: ۱، ص: ۶۰۵)

ترجمہ: امام مالک بطور بلاغ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض کی: میں نے اپنی بیوی کو اسّی طلاقیں دیں ہیں، آپ نے فرمایا کہ پھر تجھ سے کیا کہا گیا؟ عرض کی: مجھ سے کہا گیا کہ تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی۔
حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہاں (تجھ سے صحیح کہا گیا)

(2) مصنف عبدالرزاق صنعانی کی روایت ہے: عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا طُلِّقَتْ، وَعَصَى رَبَّهُ

[مصنف عبدالرزاق، باب المطلق ثلاثا، ج: ۴، ص: ۳۹۵، رقم الحدیث، ۱۱۳۴۴]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تو اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی اور وہ اپنے رب کا نافرمان ہوگا۔
مصنف عبدالرزاق میں یہ بھی ہے:

عَنْ دَاوُدَ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: طَلَّقَ جَدِّي امْرَأَةً لَهُ أَلْفَ تَطْلِيقَةٍ، فَانْطَلَقَ أَبِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا اتَّقَى اللهَ جَدُّكَ، أَمَّا ثَلَاثٌ فَلَهُ، وَأَمَّا تِسْعُ مِائَةٍ وَسَبْعَةٌ وَتِسْعُونَ فَعُدْوَانٌ وَظُلْمٌ، إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى عَذَّبَهُ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ

[مصنف عبدالرزاق، باب المطلق ثلاثا، ج: ٦، ص: ۳۹۳، رقم الحدیث، ۱۱۳۳۹]

ترجمہ: حضرت داؤد بن عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ میرے دادا نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دے ڈالیں، اس کے بعد میرے والد حضرت عبادہ بن صامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس بات کا تذکرہ کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے والد نے خدا کا خوف نہ کھایا؟ تین طلاق تو اس کے لیے ہیں (یعنی تین واقع ہوگئیں) اور رہیں نوسوستانوے تو یہ ظلم وسرکشی ہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔

(9) مؤطا امام مالک، اور سنن ابی داؤد کی روایت ہے امام ابوجعفر طحاوی نے اس کو شرح معانی الآثار میں روایت کیا ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ، أَنَّهُ قَالَ: طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ ثَلاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَنْكِحَهَا، فَجَاءَ يَسْتَفْتِنِي، فَذَهَبْتُ مَعَهُ أَسْأَلُ لَهُ، فَسَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبّاسٍ عَنْ ذَلِك فَقَالاَ: لاَ نَرَى أَنْ يَنْكِحَهَا حَتَّى تَزوج زَوْجًا غَيْرَك، قَالَ: إِنَّمَا كان طَلاَقِه إِيَّاهَا وَاحِدَةٌ، فَقَالَ ابْنُ عَبّاسٍ: إِنَّك أَرْسَلْتَ مِنْ يَدِك مَا كَانَ لَك مِنْ فَضْلٍ

[موطا مالک بروایت ابي مصعب الزهري، باب ماجاء في طلاق البكر، ج:۱، ص:۶۲۷، رقم الحديث، ۱۶۲۹]

ترجمہ: محمد بن ایاس بن بکیر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو دخول سے پہلے ہی تین طلاقیں دے دیں، پھر اسے خیال آیا کہ نکاح کرے تو مسئلہ دریافت کرنے آیا، میں اسے لے کر مسئلہ پوچھنے گیا، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں سوال کیا تو ان حضرات نے اس شخص سے فرمایا: وہ مرد اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتا ہے جب تک عورت دوسرے سے نکاح نہ کرے۔

اس نے عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہی طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرے پاس جو اختیار تھا تو اسے کھو چکا ہے۔

(۱۰) شرح معانی الآثار میں ہے: **عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى**

عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو , فَسَأَلَهُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا. قَالَ عَطَاءٌ: فَقُلْتُ لَهُ طَلَاقُ الْبِكْرِ وَاحِدَةٌ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: إِنَّمَا أَنْتَ قَاصٌ الْوَاحِدَةُ تُبِينُهَا وَالثَّلَاثُ تُحَرِّمُهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

(شرح معانی الآثار - باب الرجل يطلق امراته ثلاثا معا، ج: ۲، ص: ۳۵]

ترجمہ: حضرت عطا بن بسیار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے اپنی بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے (قبل خلوت) ہی تین طلاقیں دے دیں ہوں، حضرت عطا رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا: باکرہ کے لیے تو ایک ہی طلاق ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مجھ سے فرمایا: تم تو واعظ ہو سنو! ایک طلاق عورت کو علاحدہ کردے گی اور تین طلاقیں اس کو حرام کردیں گی یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔

(۱۱) امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا کہ معاویہ بن عیاش انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عاصم بن عمر کے پاس بیٹھا تھا اسی وقت محمد بن ایاس بن بکیر آئے اور بولے: ایک دیہاتی شخص نے اپنی بیوی کو دخول سے پہلے ہی تین طلاقیں دے دیں، لہذا آپ دونوں حضرات کی کیا رائے ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس تعلق سے میرے پاس کوئی قول نہیں ہے لہذا تم حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے پاس چلے جاؤ، اور ان سے پوچھ کر ہمیں بھی بتا دینا، محمد بن ایاس ان کے پاس آئے اور مسئلہ دریافت کیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا'' اَفْتِهِ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ فَقَدْ جَاءَتْكَ مَعْضِلَةٌ فَقَال ابو هريرة: اَلْوَاحِدَةُ تُبِيْنُهَا و الثلاثُ حتى تُنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه ''یعنی: اے ابو ہریرہ! جواب دو کہ یہ ایک دشوار کن مسئلہ پیش آگیا ہے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک طلاق بائنہ کردے گی اور تین طلاقیں اس پر عورت کو حرام کردیں گی

یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔

(۱۲) السنن الکبری للبیہقی کی روایت ہے:

أَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ: كَانَتْ عَائِشَةُ الْخَثْعَمِيَّةُ عِنْدَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَلَمَّا قُتِلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَتْ: لِتَهْنِئْكَ الْخِلَافَةُ، قَالَ: بِقَتْلِ عَلِيٍّ تُظْهِرِينَ الشَّمَاتَةَ اذْهَبِي فَأَنْتِ طَالِقٌ، يَعْنِي ثَلَاثًا قَالَ: فَتَلَفَّعَتْ بِثِيَابِهَا وَقَعَدَتْ حَتَّى قَضَتْ عِدَّتَهَا فَبَعَثَ إِلَيْهَا بِبَقِيَّةٍ بَقِيَتْ لَهَا مِنْ صَدَاقِهَا وَعَشَرَةِ آلَافٍ صَدَقَةً، فَلَمَّا جَاءَهَا الرَّسُولُ قَالَتْ: مَتَاعٌ قَلِيلٌ مِنْ حَبِيبٍ مُفَارِقٍ، فَلَمَّا بَلَغَهُ قَوْلُهَا بَكَى ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ جَدِّي أَوْ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ جَدِّي يَقُولُ: " أَيُّمَا رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا عِنْدَ الْأَقْرَاءِ أَوْ ثَلَاثًا مُبْهَمَةً لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ " لَرَاجَعْتُهَا ". وَكَذَلِكَ رُوِيَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ مُسْلِمٍ وَإِبْرَاهِيمَ بْنَ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ۔

[السنن الكبرى للبيهقي، باب ماجاء في امضاء الطلاق الثلاث وان كن مجموعات، ج:۷، ص: ۵۴۹، رقم الحديث ١٤٩٧١]

ترجمہ: سوید بن غفلہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جس وقت حضرت مولی علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس وقت حضرت عائشہ خثعمیہ نے حضرت امام حسن سے کہا کہ آپ کو خلیفہ ہونا مبارک ہو آپ نے فرمایا: (میرے والد) مولی علی کی شہادت پر تو اظہار مسرت کر رہی ہے جا تجھے تین طلاق، راوی کا بیان ہے کہ پھر انھوں نے کپڑا تانا اور عدت کے لیے بیٹھ گئیں، یہاں تک کہ جب عدت مکمل ہوئی تو امام حسن نے ان کے پاس بقیہ مہر اور مزید دس ہزار بھجوایا، جب قاصد لے کر گیا تو انھوں نے فرمایا: بچھڑے ہوئے محبوب کے مقابلہ میں یہ مال و متاع کچھ بھی نہیں ہے، جب یہ بات امام حسن تک پہنچی تو رونے لگے پھر فرمایا:

اگر میں نے اپنے نانا جان سے یہ نہ سنا ہوتا یا میرے والد نے مجھے یہ نہ بتایا ہوتا کہ انھوں نے میرے جدا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص بھی اپنی بیوی کو الگ الگ یا اکٹھی تین طلاق دے دے تو اس کے لیے عورت حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے، تو میں ضرور رجوع کر لیتا۔

ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاق کے واقع ہونے پر صحابہ کرام اور سلف و خلف کا اجماع ہے

تین طلاق کے وقوع پر صحابہ کرام و تابعین عظام اور سلف و خلف کا اجماع ہے، تقریباً تمام اجلہ صحابہ کرام سے اس کے متعلق مسئلہ دریافت کیا گیا تو سب نے یہی جواب دیا کہ تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی، اور حلالہ کیے بغیر اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا ہے، ان کی روایات کتب احادیث میں مذکور و مرقوم ہیں لہذا ساری مرویات کو جمع کرنے کے لیے دفاتر درکار ہیں۔

امام ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا ہے: **فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معا وإن كانت معصية۔**

(احکام القرآن للجصاص مطلب الدهن المتنجس، ج: ۱، ص: ۴۶۹]

ترجمہ: کتاب (قرآن کریم) وسنت اور اجماع سلف ایک ساتھ تین طلاق کے وقوع کو لازم قرار دیتے ہیں اگرچہ یہ گناہ ہے۔

ابن رجب حنبلی نے شرح علل الترمذی میں فرمایا: **اعلم أنه لم يثبت عن أحد من الصحابة و لا من التابعين، و لا من أئمة السلف المعتد بقولهم فی الفتاوی فی الحلال والحرام شيء صريح في أن الطلاق الثلاث بعد الدخول يحسب واحدة، إذا سيق بلفظ واحد۔**

[شرح علل الترمذی، ج: ۲، ص: ۲۴۷، المبحث الاول]

ترجمہ: جان لے! کہ کسی صحابی، تابعی اور ائمہ سلف کہ باب حلال و حرام میں جن کے فتووں پر اعتماد کیا جاتا ہے، ان میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اگر دخول کے بعد کوئی شخص عورت کو ایک لفظ سے تین طلاق دے دے تو ایک ہی مانی جائے گی۔

المنتقی شرح مؤطا میں یہ بھی ہے: **إِذَا ثَبَتَ ذَلِكَ فَمَنْ أَوْقَعَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ**

بِلَفْظَةٍ وَاحِدَةٍ لَزِمَهُ مَا أَوْقَعَهُ مِنَ الثَّلَاثِ وَبِهِ قَالَ جَمَاعَةُ الْفُقَهَاءِ وَالدَّلِيلُ عَلَى مَا نَقُولُهُ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ، لِأَنَّ هَذَا مَرْوِيٌّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَلَا مُخَالِفَ لَهُمْ۔

[باب مایجوز ایقاعہ من الطلاق، ج:۴، ص:۳]

ترجمہ: جب یہ ثابت ہو گیا تو جس نے ایک لفظ سے تین طلاق دیں اس کی دی ہوئی تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی یہی جماعت فقہا کا قول ہے، ہمارے اس قول پر دلیل اجماع صحابہ ہے۔ اس لیے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عمران بن حصین، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے، اور کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی۔

ملا علی قاری نے اس سلسلہ میں مرقاۃ شرح مشکوۃ میں عمدہ بحث فرمائی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

اس مسئلہ میں صحابہ کرام کا اجماع ہونا ظاہر ہے، اس لیے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو نافذ فرمایا تو کسی صحابی نے آپ سے اختلاف نہ کیا۔

ممکن ہے کہ کوئی اعتراض کرے کہ صرف چند صحابہ کرام سے ہی روایات ملتی ہیں تو اجماع صحابہ کیسے ہو گیا؟

اس کا جواب دیتے ہوئے ملا علی قاری فرماتے ہیں: اول اگر سو آدمیوں سے کوئی حکم اجتماعی منقول ہو تو ضروری نہیں کہ سو آدمیوں کے نام ذکر کیے جائیں۔ اگر ایسا ہو تب تو ایک ایک حکم کے لیے ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی، علاوہ ازیں یہ اجماع سکوتی ہے۔

دوم: یہ کہ نقل اجماع کے لیے جو مجتہدین سے منقول ہے اس کا اعتبار ہے نہ کہ نقل عوام کا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت جو سو ممتاز صحابہ کرام تھے ان میں مجتہدین فقہا کی تعداد

بیس سے زائد نہیں پہنچتی ہے مثلاً خلفاے راشدین، حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ ابن عباس ،عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عمرو بن عاص ، زید بن ثابت ، معاذ بن جبل، انس بن مالک اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ، رہے ان کے علاوہ باقی تو وہ انہیں سے استفتا کیا کرتے تھے۔

پس ان میں سے اکثر کا موقف ہم نے نقل کر دیا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہو جائیں گی اور اس کے خلاف کسی سے منقول نہیں ہے اب حق واضح ہونے کے بعد چھوڑ دینا گمراہی ہے۔

[مرقاۃ المفاتیح، باب الخلع و الطلاق، ج: ۵، ص: ۲۱۴۷، رقم الحدیث ۳۲۹۷]

طلاق ثلاثہ اور امام بخاری

امام محمد بن اسماعیل بخاری کا بھی وہی موقف ہے جو تمام ائمہ سلف وخلف کا ہے کہ ایک ساتھ دی گئیں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے خواہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں ہوں یا الگ الگ مجلسوں میں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں کتاب الطلاق میں ایک پورا باب قائم کیا جس کا نام رکھا ’’باب من جوز الطلاق الثلاث ‘‘ اور اس کے تحت آیت کریمہ ’’الطلاق مرتن فامساك بمعروف او تسريح باحسان ‘‘ سے استدلال کر کے ثابت کیا کہ تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی۔

اس کی دلیل شروح بخاری میں موجود ہے۔ ’’فتح الباری میں ہے : وَالَّذِي يَظْهَرُ لِي أَنَّهُ كَانَ أَرَادَ بِالتَّرْجَمَةِ مُطْلَقَ وُجُودِ الثَّلَاثِ مُفَرَّقَةً كَانَتْ أَوْ مَجْمُوعَةً فَالْآيَةُ وَارِدَةٌ عَلَى الْمَانِعِ لِأَنَّهَا دَلَّتْ عَلَى مَشْرُوعِيَّةِ ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ ‘‘

(فتح الباری، باب من جوز الطلاق الثلاث/ج: ۹، ص: ۳۶۹)

ترجمہ: اور جو مجھ پر ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ امام بخاری کا ترجمۃ الباب سے مقصد مطلق تین طلاق کے وجود و وقوع کو ثابت کرنا ہے خواہ وہ تینوں طلاق متفرق طور پر دی ہوں یا یک بارگی مجموعی طور پر دیں ہوں، پس یہ آیت کریمہ مانعین کے خلاف وارد ہے، اس لیے کہ یہ بلا کسی نکیر کے اس کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے۔

قاضی شوکانی کا جمہوریت سے انحراف

قاضی محمد علی شوکانی نے اس مسئلہ کو نیل الاوطار اور اپنی فتح القدیر میں ذکر کیا ہے، نیز اس بات کا اقرار بھی کیا ہے کہ جمہور کا قول یہی ہے کہ ایک مجلس کی دی گئیں تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی۔

ان سب کو ثابت کرنے کے باوجود شوکانی نے جمہوریت کو چھوڑ کر اور سواد اعظم سے منحرف ہو کر الگ تھلگ راہ اختیار کی۔

فتح القدیر میں لکھتے ہیں: وَقَدْ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي إِرْسَالِ الثَّلَاثِ دَفْعَةً وَاحِدَةً: هَلْ يَقَعُ ثَلَاثًا، أَوْ وَاحِدَةً فَقَطْ. فَذَهَبَ إِلَى الْأَوَّلِ الْجُمْهُورُ، وَذَهَبَ إِلَى الثَّانِي مَنْ عَدَاهُمْ وَهُوَ الْحَقُّ

[فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ في علم التفسیر، ج: ۱،]

ترجمہ: اہل علم کا یک بارگی تین طلاق کے سلسلہ میں اختلاف ہے، آیا تینوں واقع ہو جائیں گی یا صرف ایک واقع ہوگی تو جمہور اول کی جانب گئے ہیں (یعنی جمہور کے نزدیک تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی) اور ان کے علاوہ کچھ لوگ قول ثانی کی طرف گئے ہیں اور یہی حق ہے۔

مزید شوکانی نے نیل الاوطار میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا جس کا ماحصل یہ ہے:

جاننا چاہیے کہ طلاق ثلاثہ جب ایک ہی وقت میں واقع ہوں تو اس مسئلہ میں اختلاف ہے آیا تمام طلاقیں واقع ہوں گی یا ایک طلاق کے بعد دوسری واقع ہوگی پس جمہور تابعین کثیر صحابہ کرام، ائمہ مذاہب اربعہ اور اہل بیت اطہار کا ایک گروہ مثلاً: امیر المومنین حضرت مولیٰ علی

رضی اللہ عنہ وغیرہ۔اس طرف گئے ہیں کہ تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی۔

(نیل الاوطار، باب ما جاء في طلاق البته، ج:٦، ص: ۲۷۴)

لیکن حیرت ہے کہ شوکانی صاحب نے عمدہ طریقہ سے یہ ثابت گیا کہ جمہور صحابہ وتابعین اور اہل بیت اطہار کا موقف ہے کہ ایک مجلس کی تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی، اس کے باوجود خود شوکانی صاحب نے ہی جمہوریت سے انحراف کیا اور شذ شذ میں داخل ہوئے۔

علمائے عرب کا موقف بھی یہی ہے کہ تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی

نام نہاد اہل حدیث جس طرح دیگر مسائل میں علمائے حرمین کو دلیل بناتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ تین طلاق کے مسئلہ میں بھی ان کا اتباع کرتے اوران کے موقف کو اپنا موقف تسلیم کرتے۔

لیکن جس کو نفس پرستی کا بھوت سوار ہو تو اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ وہ علمائے حرمین کے خلاف جارہا ہے یا سلف وخلف کا دامن چھوڑ رہا ہے یا پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ اصحاب کے ارشادات کو ٹھکرا رہا ہے۔

علمائے عرب کے فتاوی کا مجموعہ " **الدرر السنية فی الاجوبة النجدية**" کے نام سے شائع ہوتا ہے اس میں طلاق ثلاثہ کے متعلق لکھا ہے: کہ ہم ابن تیمیہ اور ابن قیم کی مخالفت کرتے ہیں اور ہمارا موقف یہ ہے کہ ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاق واقع ہوجائیں گی اور عورت اس پر حرام ہوجائے گی جب تک حلالہ کراکر پھر سے نکاح نہ کرے تب تک حلال نہ ہوگی۔

اسی میں: **عندنا أن الإمام ابن القيم و شيخه إماما حق من أهل السنة، و كتبهم عندنا من أعز الكتب، إلا أنا غير مقلدين لهم في كل مسألة، فإن كل أحد يؤخذ من قوله ويترك إلا نبينا محمدا صلى الله عليه وسلم، ومعلوم مخالفتنا لهما في**

عدة مسائل، منها: طلاق الثلاث بلفظ واحد في مجلس، فإنا نقول به تبعا للأئمة الأربعة،

[الدرر السنية فى الاجوة النجدية، كتاب العقائد، ج: ۱، ص: ۲۴۰]

ترجمہ: ہمارے نزدیک ابن قیم اور انکے شیخ (ابن تیمیہ) دونوں اہل سنت کے امام برحق ہیں اور ان کی کتابیں ہمارے نزدیک معزز ہیں مگر یہ کہ ہم ہر مسئلہ میں ان کی تقلید نہیں کرتے ہیں، اس لیے کہ ہر ایک کی بعض باتیں مقبول ہوں گی تو بعض مقبول نہ ہوں گی۔ سوائے ہمارے آقا و مولی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ چند مسائل میں ہم ان دونوں کی مخالفت کرتے ہیں، ان میں سے ایک مسئلہ مجلس واحد میں ایک لفظ سے تین طلاق دینے کا ہے تو اس مسئلہ میں ہم سب ائمہ اربعہ کا اتباع کرتے ہیں (یعنی ایک مجلس میں دی گئیں تینوں طلاق کے واقع ہونے کے قائل ہیں)

فائدہ:

غیر مقلدین تو تقلید کو شرک کہتے ہیں علمائے عرب ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ نیز اسی الدرر السنیہ میں ایک عبارت صاف بتا رہی ہے کہ علمائے عرب تقلید کرتے بھی تھے اور دوسروں کو بھی اس کی اجازت دیتے تھے چناں چہ عبداللہ بن شیخ کہتے ہیں: **ونحن في الفروع على مذهب الامام أحمد بن حنبل ولا ننكر على من قلد أحد إلائمة الأربعة دون غيرهم بعدم ضبُط مذاهب الغير كالرافضة والزيدية وألامامية ونحوهم۔**

[الدرر السنية. فصل في اصول ماخذهم، ج: ۴، ص: ۱۵]

ترجمہ: ہم فروع میں مذہب امام احمد بن حنبل کی تقلید کرتے ہیں اور اگر کوئی ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید کرے تو ہم اس پر انکار نہ کریں گے البتہ ان چاروائمہ کے علاوہ کی تقلید سے منع کریں گے کیوں کہ ان کے علاوہ کسی کا مذہب محفوظ نہیں ہے۔ مثلاً روافض، زیدیہ اور امامیہ وغیرہ۔

اب کیا ان کو یہ نہیں دکھتا جو عدم تقلید کے نعرے لگائے پھرتے ہیں، دیکھو! کیسی صراحت کے ساتھ تمہارے اکابر تقلید کا اقرار کر رہے ہیں اور دوسروں کو بھی تقلید کی اجازت دے رہے ہیں۔

تین طلاق اور ابن تیمیہ

ساتویں صدی تک صحابہ وتابعین اور سلف وخلف وغیرہ سب کا یہی مذہب ومسلک رہا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور عورت حلال نہ رہے گی جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے۔

ساتویں صدی کے آخر میں یا آٹھویں صدی کے اوائل میں سب سے پہلے ابن تیمیہ نے یہ فتوی دیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی قرار پائیں گی لیکن یہ حکم قرآن وحدیث کے خلاف تھا۔

لہذا علمائے کرام نے ان کا رد کیا اور ابن تیمیہ کے اس مسئلہ کو بھی ان چھتیس مسائل میں شمار کیا جن میں انھوں نے خرق اجماع کیا لہذا ان کو ضال مضل قرار دیا۔

علامہ صاوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں : **أما القول بأن الطلاق الثلاث فی مرۃ واحدۃ لا یقع الا طلقۃ فلم یعرف الا لابن تیمیۃ من الحنابلۃ وقد رد علیہ أئمۃ مذھبہ حتی قال العلماء انہ الضال المضل**

[حاشیۃ العلامۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین، تحت قولہ تعالی، فان طلقھا فلا تحل لہ]

ترجمہ: رہا یہ قول کہ ایک دفع میں دی گئیں تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوگی تو یہ مذہب سوائے ابن تیمیہ کے، کسی کا نہیں ہے اور اس کے مذہب کے ائمہ نے اس کا رد کیا، یہاں تک کہ اسے ضال مضل کہا ہے۔

''فتاوی ثنائیہ'' میں یہ بھی ہے کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ایک مجلس کی تین طلاق کو

ایک ایک قرار دینے کا فتوی دیا تو بہت شور مچا، ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کو بہت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا، ان کو کوڑے لگائے گئے، اونٹ پر بٹھا کر شہر میں گھمایا گیا اور بہت توہین کی گئی۔

[فتاوٰی ثنائیہ، ج:۲، ص:۲۱۷]

مزید حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے خرق اجماع کیا اور اوپر سے اپنے موقف پر اجماع کا قول کر دیا، ابن تیمیہ کے موقف کی تردید کے لیے اور ان کی رسوائی کے لیے یہی کافی ہے کہ ان کے جد محترم شیخ الحنابلہ، مجدالدین ابوالبرکات ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ''المنتقی فی الأحکام الشرعیہ من کلام خیر البریۃ'' میں اس مسئلہ پر کلام کیا اور کثیر احادیث کریمہ اور آثار صحابہ وتابعین سے مجلس واحد میں طلاق ثلاثہ کے وقوع کو ثابت کیا اور اسی پر اجماع کا قول کیا ہے۔لہذا اس سے مذہب ابن تیمیہ کی کھلی تردید ہوتی ہے۔

تین طلاق کو ایک کہنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات

نام نہاد اہل حدیث وغیرہ جو اس بات کے قائل ہیں کہ مجلس واحد میں دی گئیں تین طلاق سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی وہ اپنے موقف پر چند حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ ان کی احادیث کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے ساتھ ہی میں ان کے جوابات بھی ذکر کئے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل:

(1) صحیح مسلم کی روایت ہے: عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ، فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ، فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ"

[صحیح مسلم، باب طلاق الثلاث، ج: ۲، ص: ۱۰۹۹، رقم الحدیث: ۱۴۷۲]

ترجمہ: حضرت ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ تک اور حضرت عمر فاروق کے خلافت کے دو سال تک تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی۔ پھر حضرت عمر فاروق نے فرمایا: جس معاملہ میں لوگوں کے لیے ڈھیل تھی اس میں انھوں نے جلدی کی تو ہم اگر ان پر اس کو نافذ کردیں (تو بہتر ہوگا) اس کے بعد آپ نے ان پر اسے نافذ فرمادیا۔

وجہ استدلال یہ پیش کرتے ہیں کہ دیکھو! اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کے زمانے میں، اور ابتدائی چند سال زمانہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں تین طلاق ایک ہی سمجھی جاتی تھی لہذا ہم اُسی پر عمل کریں گے جو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں حکم تھا۔

جواب 1: حدیث طاؤس رضی اللہ عنہ، جسے مخالفین پیش کرکے شور مچاتے ہیں اس میں کہیں مجلس

واحد کا ذکر ہی نہیں ہے کہ یہ روایت ان کے استدلال کے لیے کافی ہو سکے، اور نہ ہی اس حدیث میں یہ تخصیص ہے کہ تینوں طلاق ایک ساتھ ہی دی گئیں ہوں بلکہ حدیث پاک میں تو عموم ہے جس کے سبب یہ مدخول بہا و غیر مدخول بہا، ایک مجلس یا الگ الگ مجلسوں، ایک دفعہ یا کئی دفعہ، کلمہ واحد سے یا کلمات عدیدہ سے ہو، سبھی صورتوں کو شامل ہے پس اگر اس کو حجت مان لیا جائے تو قرآن کریم کی آیت اور احادیث کثیرہ کی مخالفت لازم آئے گی لہذا اب ضروری ہے کہ اس کو اپنے عموم کے لحاظ سے حجت نہ مانا جائے۔

ایک حدیث پاک کی دوسری حدیث توضیح وتشریح کرتی ہے، جب حدیث طاؤس کا مؤید دیکھا گیا اور دوسری سند سے اس واقعہ کو تلاش کیا گیا تو اس میں اس کی وضاحت ملتی ہے، جو اس کے مفہوم کو بتا رہی ہے۔ سنن ابوداؤد میں اس کی روایت ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، أَنَّ رَجُلًا، يُقَالُ لَهُ: أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ؟، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلَى، كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ، فَلَمَّا رَأَى النَّاسَ قَدْ تَتَابَعُوا فِيهَا، قَالَ: أَجِيزُوهُنَّ عَلَيْهِمْ۔

[سنن ابی داؤد، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، ج: ۲، ص: ۲۶۱ رقم الحديث ۲۱۹۹]

ترجمہ: حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص جن کو ابوصہبا کہا جاتا تھا، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بکثرت سوال کرتے تھے، انھوں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ جب شوہر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دیتا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائے خلافت میں اس کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا؟

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں، کیوں نہیں، شوہر جب اپنی بیوی کو قبل دخول ہی تین طلاق دے دیتا، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر صدیق کے زمانہ اور زمانہ فاروقی کے ابتدا میں اس کو ایک طلاق ہی شمار کیا جاتا تھا، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک ساتھ تینوں طلاقیں دینے لگے تو آپ نے فرمایا کہ ان پر تینوں نافذ کر دو۔

اب اس روایت نے وضاحت کر دی کہ حدیث طاؤس کا حکم غیر مدخولہ کا ہے کہ اگر اس کو بایں طور طلاق دے تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، تو اس صورت میں ہم احناف کا بھی یہی موقف ہے کہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی کیوں کہ اب عورت مزید طلاق کا محل ہی نہ رہی۔

اب بھی سکون نہ ملے تو جو اپنے جد اعلیٰ امام ابن حزم کی زبان سنو! وہ "المحلی" میں لکھتے ہیں: اس حدیث (حدیث طاؤس عن ابن عباس) میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس بات کو بتاتی ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین طلاق کو ایک قرار دیا یا ان کو ایک طلاق کی جانب لوٹایا ہو اور نہ ہی اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس کا علم ہوا ہو اور آپ نے اسے برقرار رکھا ہو، حجت تو اس چیز میں ہے جو حضور نے فرمایا ہو، یا کوئی کام خود آپ نے کیا ہو یا آپ کو اس فعل کا علم ہوا ہو پھر آپ نے اس سے انکار نہ فرمایا ہو۔

حدیث طاؤس میں اب غبار نہ رہا اور اس کی مراد بھی واضح ہوگئی کہ اس سے مراد غیر مدخولہ کی متفرق تین طلاق ہیں اسی وجہ سے امام نسائی نے اپنی سنن میں پورا ایک باب قائم کیا: "باب طلاق الثلاث المتفرقة قبل الدخول" یعنی عورت کو دخول سے پہلے اسے الگ الگ تین طلاق دینے کا بیان۔

اب خود ہی فیصلہ کرو کہ محدثین حدیث کے مطالب و مفاہیم کو زیادہ سمجھیں گے یا یہ غیر

مقلدین جن کو آتا جاتا خاک نہیں اور دعویٰ ہے قرآن کریم سے بلا واسطہ احکام کے استنباط کرنے کا۔

جواب ۲: راوی کا فتوی اگر خود اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت قابل احتجاج نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ ہمارے یہاں ''رأی'' کا اعتبار ہے نہ کہ مار وی کا، مزید یہ کہ اگر وہ حدیث قابل استدلال ہوتی تو خود راوی کا فتوی اس کے خلاف نہ ہوتا۔

جب یہ اصول سمجھ گئے تو اب حدیث طاؤس عن ابن عباس پر نظر ڈالیں اور حضرت عبداللہ ابن عباس کا فتوی ملاحظہ کریں۔

مؤطا مالک کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کی کہ میں نے اپنی عورت کو سو طلاقیں دے دیں لہذا اب میرے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: تین طلاق کے ذریعہ تیری عورت مطلقہ ہوگئی اور باقی ستانوے کے ذریعے تو نے اللہ پاک کی آیات کے ساتھ ٹھٹھا کیا۔

اس کے علاوہ بھی عامہ کتب احادیث میں مختلف طرق سے متعدد روایات ملیں گی جن میں آپ نے دی گئیں تینوں طلاقوں کے وقوع کا حکم دیا۔

شبہ: مخالفین یہ شبہ قائم کرتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موافقت میں یہ فتویٰ دے دیا ہو اور ان کے خلاف فتویٰ دینا مناسب نہ سمجھا ہو۔ کیونکہ وہ خلیفہ تھے اور ان کا اتنا اثر ورسوخ تھا کہ اگر کسی غیر ثابت امر کو بھی ثابت کر دیتے تو کوئی انکار نہ کرسکتا تھا۔

ازالہ: کلا، ہرگز نہیں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ تو گمان بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ کسی اندیشہ کی بنا پر فتوی دیا ہو، ذرا آنکھیں کھولو اور دیکھو انھیں حضرت ابن عباس نے نکاح متعہ کے سلسلہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے۔

ایک دینار کو دو دینار کے عوض بیچنے کے سلسلہ میں بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے، امہات اولاد کی بیع کے بارے میں حضرت ابن عباس نے ان کے خلاف قول کیا ہے۔

لہذا ایسے جلیل القدر صحابی، ابن عمِّ رسول کے بارے میں کیسے وہم وگمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر ورسوخ کو دیکھ کر ان کی موافقت میں فتوی دیا ہو۔

جواب ۳: محدثین نے حدیث طاؤس کا ایک معنی یہ بھی بتایا کہ اس کا تعلق ایک خاص صورت سے ہے وہ یہ ہے کہ ان ادوار ثلاثہ میں ایسا ہوتا تھا کہ آدمی اپنی عورت کو بایں طور تین طلاق دیتا تھا ''انت طالق، انت طالق، انت طالق'' پھر اول سے طلاق کی نیت کرتا اور باقی دونوں طلاق کے لفظوں سے طلاق اول کی تاکید مراد لیتا تھا، اس کے بعد زمانہ فاروقی کے کچھ سال گزرنے تک معاملہ اسی طرح چلتا رہا، اس کے بعد لوگ ایسا کرنے لگے کہ تین بار طلاق کا لفظ بولتے اور اس سے پہلے کی طرح دوسے تاکید مراد نہ لیتے بلکہ تینوں طلاق کے وقوع کی نیت کرتے تھے، چناں چہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی اس مراد کو دیکھتے ہوئے یہ حکم جاری فرما دیا کہ اب اگر کسی نے اس طور پر تین طلاق کا لفظ بولا یا ایک ساتھ تینوں طلاق دینے کا ارادہ کیا تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

یہی مطلب ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا: **ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم** (مسلم)

ترجمہ: جس معاملہ میں لوگوں کے لیے ڈھیل تھی اس میں انھوں نے جلد بازی کی، پس اگر ہم اس کو نافذ کر دیں (تو بہتر ہوگا) اس کے بعد آپ نے اس کو ان پر نافذ فرما دیا۔

صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام فرماتے ہیں:

فَتَأْوِيلُهُ أَنَّ قَوْلَ الرَّجُلِ أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ كَانَ وَاحِدَةً فِي الزَّمَنِ الْأَوَّلِ لِقَصْدِهِمُ التَّأْكِيدَ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ، ثُمَّ صَارُوا يَقْصِدُونَ التَّجْدِيدَ فَأَلْزَمَهُمْ عُمَرُ

رَضِيَ اللّٰہُ عَنۡہُ - ذٰلِكَ لِعِلۡمِهٖ بِقَصۡدِهِمۡ۔

[فتح القدیر، کتاب الطلاق، ج: ۳، ص: ۴۵۳]

ترجمہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کا یہ کہنا تجھے طلاق، تجھے طلاق تجھے طلاق، تو زمانہ اول (زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایک شمار ہوتی تھی اس لیے کہ لوگ اس زمانہ میں تاکید کا قصد رکھتے تھے، اس کے بعد لوگ اس سے الگ الگ طلاق مراد لینے لگے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو جان لیا پھر اسی کو نافذ فرمادیا۔

اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ زمانہ رسالت مآب و زمانہ ابوبکر صدیق وغیرہ میں ایسا ہوتا تھا ،تب بھی یہ حدیث قابل استدلال نہ ہوگی، کیوں کہ اس کا منسوخ ہونا بھی واضح ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مابین یہ حکم جاری فرمایا اور کسی بھی صحابی نے اس پر انکار نہ کیا لہذ اس پر صحابہ کرام کا اجماع ثابت ہوا اور قول اول منسوخ قرار پائے گا کہ صحابہ کرام کسی ایسی علت پر واقف ہو گئے تھے جو اس کے نسخ پر دلیل بنی ورنہ اجلہ صحابہ کرام کے بارے میں کیسے متصور ہوسکتا ہے کہ وہ قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اجماع کرلیں۔

اس طرح کے کثیر مسائل ہیں جو عہد رسالت وعہد صدیق اکبر میں جاری تھے لیکن عہد فاروقی میں حکم ان کے خلاف دیا گیا اس کے بعد صحابہ کرام کا ان پر اجماع بھی ہوا، لوگوں نے ان پر عمل بھی کیا کیوں کہ تغیر زمانہ کے سبب احکام تبدیل ہوتے رہتے ہیں، اور حکم تو علت پر دائر ہوتا ہے لہذا علت کے معدوم ہونے سے حکم بھی کبھی بدل جاتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ علت کے معدوم ہونے کے باوجود حکم نہ بھی بدلتا ہے، اس کی تفصیل کتب اصول فقہ میں مرقوم ہے۔

زمانہ فاروقی سے قبل تراویح باجماعت کا اہتمام نہ تھا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت کا اہتمام فردیا۔

عہد نبوی وعہد صدیق اکبر میں عورتیں مسجد میں نماز ادا کرنے آتی تھیں لیکن حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں ان کو منع فرما دیا، اس پر کچھ لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ اس سے قبل تو اجازت تھی، لیکن حضرت عمر فاروق نے منع کر دیا ہے، ام المومنین نے فرمایا: "**لو ادرک رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل**"۔

کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کی اس حالت کو دیکھ لیتے تو وہ بھی ضرور ان کو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے، جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا۔

قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ مصارف زکات آٹھ شمار کرائے گئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ**

[القرآن: سورۃ التوبۃ، الآیۃ، ۶۰]

ترجمہ: زکات تو انھیں لوگوں کے لیے ہے جو فقیر ہوں یا مسکین، اور عاملین کے لیے اور مؤلفۃ القلوب کے لیے، اور غلاموں کے آزاد کرنے میں، اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کو، یہ مقرر قانون ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اب سنو! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مؤلفۃ القلوب، یعنی ابتدائے اسلام میں تالیف قلب کے لیے کچھ مسلمانوں کو زکاۃ دی جاتی تھی، ان کو زکات دینے سے منع فرما دیا۔

اب کیا کوئی یہ گمان کر سکتا ہے "**العیاذ باللہ**" کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کے خلاف حکم جاری کیا؟

ہرگز نہیں، بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی علت پر مطلع ہو گئے تھے کہ ابتدائے اسلام میں تالیف قلوب کے لیے کچھ نو مسلم کو زکات دی جاتی تھی لیکن اب اسلام پھیل چکا ہے۔ اس کی

شان وشوکت میں اضافہ ہو چکا ہے، اب ان لوگوں کو زکات دینے کی قطعی حاجت نہیں، لہذا آپ نے ان کو زکاۃ دینے سے منع فرما دیا۔

المفهم شرح مسلم لابي العباس القرطبی میں ہے: اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حدیثِ طاؤس مرفوع ہے، پھر بھی اس میں ہمارے خلاف حجت نہیں ہے، اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن عباس جو اس حدیث کے راوی ہیں انھوں نے اپنے عمل اور فتوی سے خود اس حدیث پاک کی مخالفت کی ہے لہذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا تھا یا کوئی دوسرا مانع شرعی تھا جس کی بنا پر آپ نے اس حدیث کے خلاف فتوی دیا۔

اس لیے کہ آپ کی شان وشوکت اور عظمت ورفعت اور آپ کے تقوی کو دیکھتے یہ متصور ہی نہیں کہ آپ نے حدیث بیان کی اور کسی دلیل شرعی کے بغیر اس کے بھی خلاف عمل کیا اور فتویٰ دیا ہو۔

[المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم، كتاب الطلاق، باب إمضاء الطلاق الثلاث من كلمة، - ج:۴، ص:۲۴۰]

جواب ۴: حضرت طاؤس سے روایت میں وہم ہوا

ابو العباس احمد بن عمر قرطبی نے شرح مسلم میں مذکورہ حدیث طاوس کے متعدد جوابات دیئے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے کثیر احادیث ذکر کیں جن میں حضرت ابن عباس نے ایک ساتھ دی گئیں تین طلاق کو تین واقع ہونے کا فتوی دیا۔

نیز اس روایت میں حضرت طاؤس سے وہم ہوا، اس کو بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

ماكان ابن عباس ليخالف رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين الى رأي نفسه، ورواية طاؤس وهم وغلط لم يعرج عليها احد من فقهاء الامصار بالحجاز والعراق والشام والمشرق والمغرب۔

[المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم، كتاب الطلاق، باب امضاء الطلاق الثلاث من كلمة، - ج:۴، ص:۲۴۰]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ شان نہیں ہے کہ اپنے نفس کی خاطر رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور دونوں خلیفہ (حضرت ابوبکر و حضرت عمر فاروق) کی مخالفت کریں، اور طاؤس کو روایت میں وہم ہے اور ان سے خطا ہوئی ہے، اس روایت کی طرف فقہائے امصار، حجاز، عراق، شام اور مشرق و مغرب میں سے کسی نے توجہ نہ دی۔

طاؤس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے غلط فہمی میں تھے، اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ جب ان کے سامنے حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمرو کے فتووں کا تذکرہ کیا کہ یہ حضرات تو تینوں طلاق کے وقوع کا حکم دیتے تھے تو یہ سن کر طاوس کو نہایت تعجب ہوا۔

مصنف عبد الرزاق میں ہے: حضرت ایوب کہتے ہیں: حکم بن عتبہ مکہ معظّمہ میں امام زہری کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، میں بھی ان کے ساتھ تھا، تو امام زہری سے باکرہ کے متعلق سوال ہوا جس کو تین طلاق دے دی گئی ہوں؟

آپ نے فرمایا: یہی مسئلہ حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمرو سے پوچھا گیا تو ان سب حضرات نے جواب دیا کہ اب عورت شوہر پر حلال نہ ہوگی جب تک کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔

ایوب کا بیان ہے کہ میں اور حکم بن عتبہ دونوں حضرت طاؤس کے پاس پہنچے اس وقت وہ مسجد میں تھے، حکم نے ان سے حضرت ابن عباس کے قول کے متعلق سوال کیا، انہوں نے اس کو بیان کیا پھر حکم نے امام زہری کے مذکورہ قول کو طاؤس کے سامنے بیان کیا، ایوب کہتے ہیں:

''فرأیت طاوسا رفع یدیہ تعجبا من ذلک وقال: واللہ ما کان ابن عباس یجعلھا إلا واحدۃ''

یعنی میں نے دیکھا کہ طاوس نے یہ سن کر تعجب سے ہاتھ بلند کیا اور بولے واللہ، حضرت ابن عباس تو اس کو ایک ہی قرار دیتے تھے)

[مصنف عبد الرزاق الصنعانی، کتاب الطلاق، باب طلاق البکر، ج:٦، ص:٣٣٥/رقم الحدیث ١١٠٧٨]

مخالفین کی دوسری دلیل:

دوسری حدیث جس کو مخالفین اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس حدیث پاک میں مجلس واحد کا بھی لفظ ہے۔

وہ مسند احمد بن حنبل کی حدیث پاک ہے: **حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ، عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِ يَزِيدَ أَخُو بَنِي الْمُطَّلِبِ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ، فَحَزِنَ عَلَيْهَا حُزْنًا شَدِيدًا، قَالَ: فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ طَلَّقْتَهَا؟قَالَ: طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا، قَالَ: فَقَالَ: فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَإِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَارْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ قَالَ: فَرَجَعَهَا فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَرَى أَنَّمَا الطَّلَاقُ عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ۔**

[مسند أحمد، مسند عبد اللہ بن عباس، ج:٤، ص:٢١٥ - رقم الحدیث ٢٣٨٧]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں، اس کے بعد آپ کو اس پر سخت ملال ہوا، (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس بارے میں دریافت کیا) حضور نے ان سے پوچھا: تم نے کیسے طلاق دی؟ عرض کی: اکٹھی تین طلاقیں دیں، فرمایا: کیا ایک ہی مجلس میں؟ عرض کی: ہاں حضور نے فرمایا: یہ تو ایک ہی طلاق ہوئی، لہذا اگر تم چاہو تو رجوع کر لو۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت رُکانہ نے رجوع کر لیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما گمان کرتے تھے کہ طلاق تو طہر کے وقت ہے۔

جواب ۱ :-

مخالف دوسروں سے تو یہ مطالبہ کرتا ہے کہ بخاری ومسلم کی حدیث سے دلیل لاؤ، لیکن جب اپنے موقف کی بات آتی ہے تو ضعیف سے ضعیف حدیث سے بھی استدلال کر لیتا ہے چہ جائے کہ صحاح ستہ چہ جائے کہ بخاری، مسلم کی حدیث سے اپنا موقف ثابت کرے اب دیکھیے ان کے موقف کی دلیل، حدیث رکانہ کی کیا حقیقت ہے:

اس روایت کی سند میں ایک راوی داؤد بن حصین ہیں جو اس حدیث کو حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عکرمہ سے روایت کرتے ہیں۔

علی ابن مدینی نے داؤد بن حصین کے بارے میں فرمایا: "**ما روی عن عکرمة منکر**" یعنی داؤد بن حصین جو بھی حدیث عکرمہ سے روایت کرے وہ منکر ہے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: **احادیثه عن شیوخه مستقیمة و احادیثه عن عکرمة مناکیر** یعنی داؤد بن حصین اپنے شیوخ سے جو روایت کریں وہ درست ہیں البتہ عکرمہ کی سند سے جو بھی روایت کریں وہ سب روایتیں منکر ہیں۔

تقریب التہذیب میں ہے: **داؤد بن الحصین ثقة الا في عکرمة** کہ داؤد بن حصین دیگر لوگوں سے روایت کرنے میں ثقہ ہیں ہاں اگر عکرمہ سے روایت کریں تو ثقہ نہیں۔

امام احمد بن حنبل جنھوں نے اپنی مسند میں اس کو ذکر کیا وہ خود اس کی سند کو ضعیف قرار دیتے تھے چناں چہ معالم السنن میں ہے: **کان احمد بن حنبل یضعف طرق هذه الاحادیث کلها** یعنی امام احمد بن حنبل ان احادیث کے سبھی طرق کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

(معالم السنن، باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث، ج:۳، ص:۲۳۶)

جواب ۲ :

روایت مسند احمد بن حنبل منکر ہے اور حدیث منکر سے استدلال درست نہیں ہے خاص کر

جب وہ قرآن کریم و دیگر احادیث کریمہ کے مخالف ہو۔

واقعہ حضرت رکانہ کی صحیح روایت وہ ہے جسے امام ابوداؤد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کیا:

عَن نَافِعِ بْنِ عُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، أَنَّ رُكَانَةَ بْنَ عَبْدِ يَزِيدَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ، فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، وَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتَ إِلَّا وَاحِدَةً؟، فَقَالَ رُكَانَةُ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَرَدَّهَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِي زَمَانِ عُمَرَ، وَالثَّالِثَةَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ۔

[سنن ابي داود، باب في البتة، ج: ۲، ص: ۲۶۳، رقم الحديث ۲۲۰۶]

ترجمہ: نافع بن عجیر سے مروی ہے کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی سُہیمہ کو طلاق بتہ دی، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی! (یا رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم میں نے ایک ہی طلاق مراد لی تھی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: واللہ! کیا تم نے ایک ہی طلاق مراد لی تھی؟ حضرت رکانہ نے عرض کی! واللہ! میں نے ایک ہی مراد لی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لوٹا دیا (یعنی رجوع کا حکم دیا)۔

امام ابوداؤد نے اس کی متعدد سندیں ذکر کیں اس کے بعد فرمایا: و هذا أصح من حديث بن جريج أن ركانة طلق أمرأته ثلاثا لانهم اهل بيته و هم اعلم به

(سنن ابی داؤد، باب في البتة، ج: ۲، ص: ۲۶۳ رقم الحديث ۲۲۰۸)

ترجمہ: یہ حدیث حدیث بن جریج ہے۔ کہ حضرت رُکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں ؟ سے اصح ہے اس لیے کہ یہ لوگ حضرت رکانہ کے گھر والے ہیں اور وہ معاملہ کو زیادہ جانتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: أصح، لأن ولد الرجل و أهله أعلم به أن

رکانة انما طلق امرأته البتة فجعلها النبي صلى الله عليه وسلم واحدة۔

[باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث ج: ۲، ص: ۲۵۹]

ترجمہ: یہ روایت اصح ہے اس لیے کہ اہل وعیال (اہل خانہ) کو اس بات کا زیادہ علم تھا کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ایک قرار دیا۔

امام ابوداؤد امام ترمذی وغیرہ مختلف سندوں سے حضرت رکانہ کے فرزند یزید اوران کے بعد عبداللہ جو کہ حضرت رکانہ کے پوتے ہیں اس سند سے روایت کی، لیکن مسند احمد بن حنبل کی روایت میں داؤد بن حصین عن عکرمہ عن ابن عباس ہے۔

اب فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا کہ گھر کی خبر اہل خانہ زیادہ جانتے ہیں اور دیگر لوگوں کے بالمقابل اہل خانہ کی بات زیادہ مقبول ہوگی۔

کہا جاتا ہے "**صاحب الدار ادری بالذی فیه**" کہ گھر کے معاملہ کو گھر والے زیادہ جانتے ہیں، اب گھر والے خبر دے رہے ہیں کہ حضرت رکانہ نے طلاق بتہ دی اور ان کی مراد ایک طلاق کی تھی، جبکہ دیگر روات کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے تین طلاق دی ہیں تو ظاہر سی بات ہے کہ اہل خانہ کی بات ہی زیادہ تسلیم کی جائے گی اور یہی راجح ہوگی۔

ابن تیمیہ نے اپنے "مجموع الفتاوی" میں اس حدیث رکانہ کو ذکر کرنے کے بعد کہا کہ امام احمد بن حنبل بیان نے فرمایا: یہ روایت اس باب کی دیگر تمام روایتوں سے اصح ہے۔

اس شخص نے دلیل کے بغیر لکھ مارا، کچھ حوالہ نہ دیا کہ امام احمد بن حنبل نے کہاں اس کو اصح قرار دیا۔

مسند احمد میں کسی روایت کا آجانا اس بات کی قطعاً دلیل نہیں ہے، کہ وہی روایت اصح ہو جائے جبکہ گزشتہ تفصیل میں واضح ہو گیا کہ کبار محدثین نے اس کو منکر کہا۔

رہا ابن تیمیہ کا امام احمد کی جانب یہ منسوب کرنا تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے اس لیے کہ یہ اس شخص کی عادت ہے کہ کسی چیز کو اپنے نفس کے موافق پائی تو اس کو صحابہ وتابعین اور سلف وخلف کی جانب منسوب کر دیا ہیں۔

مخالفین کی تیسری دلیل:

مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ حکم اپنی جانب سے دیا اور اس پر قرآن و حدیث سے ان کے پاس کوئی دلیل نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کو بعد میں اس حکم پر ندامت ہوئی۔

اغاثۃ اللهفان من مصاید الشیطان کی روایت سے دلیل لاتے ہیں:

حدثنا خالد بن يزيد بن أبي مالك عن أبيه قال: قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: ما ندمت على شيء ندامتي على ثلاث: أن لا أكون حرمت الطلاق، وعلى أن لا أكون أنكحت الموالي، وعلى أن لا أكون قتلت النوائح.

[إغاثة اللهفان، الباب الثالث عشر في مكايد الشيطان التي يكيد بها ابن آدم، ج: ۱، ص: ۳۳۶]

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اور کسی چیز پر اتنا نادم نہ ہوا جتنا ان چیزوں پر نادم ہوا: میں طلاق کو حرام نہ کرتا۔

جواب: مخالفین نے "اغاثة اللهفان" کی حدیث کو دیکھ کر آنکھ بند کر کے خلیفہ ثانی مولیٰ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کر دیا کہ "العیاذ باللہ تعالیٰ" انھوں نے صرف اپنی رائے سے یہ حکم دے دیا۔

حدیث کی صحت وضعف پر غور نہ کیا، کیوں کہ یہ ان کے نام نہاد شیخ ابن قیم نے ذکر کی ہے، نہ ہی یہ دیکھا کہ صحاح ستہ کی روات ہے چہ جائے کہ یہ دیکھتے کہ صحیحین کی ہے یا غیر صحیحین کی، فقط الفاظ کو دیکھ کر ایک جلیل القدر صحابی کے متعلق یہ سب کہہ ڈالا، وہ بھی ایک ضعیف اثر کی بنیاد پر۔

اب ایک نظر اس روایت پر بھی ڈال لیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس درجہ کی حدیث ہے؟

اس حدیث کے راوی ابو خالد بن یزید بن ابی مالک ہیں ان کی بابت محدثین نے ضعیف کا حکم لگایا ہے۔

سیر اعلام النبلا میں ہے: "ضعفه ابن معين و الدار قطني" امام ابن معین اور امام دار قطنی نے خالد بن یزید کو ضعیف قرار دیا ہے۔

''امام یحیی نے کہا لیس بشیء''

ابن شاہین نے فرمایا ''ضعف يحيى هذا الشيخ'' کہ امام یحییٰ: نے ان بزرگ کو ضعیف کہا ہے۔

تھذیب التھذیب میں ہے "قال النسائی لیس بثقة و قال الدار قطني ضعیف

[تهذيب التهذيب من اسمه خالد، ج:٣، ص:١٢٧]

قارئین نے ملاحظہ فرمایا؟ کہ راوی پر اتنا کلام ہے، اس کی تضعیف کی گئی، پھر بھی عقل کے اندھوں نے اس روایت کو دلیل بنا کر خلیفہ ثانی مولیٰ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانب ایسی چیز منسوب کی جو ایسے جلیل القدر صحابی سے ہرگز ہرگز متصور نہیں۔

یہ فرقہ اہل حدیث گستاخ صحابہ ہے ان کی نظر میں قول صحابی کچھ حیثیت نہیں رکھتا ہے اور نہ ہی قول صحابی دلیل ہے کہ اس سے حجت قائم کی جائے۔

مسئلہ طلاق ثلاثہ کو لیکر ان کے مولوی ''عبد المتین میمن نے ''العیاذ باللہ'' یہاں تک لکھ دیا: سنت محمدی کو چھوڑ کر سنت عمر کی طرف لوٹیں گے تو کفر ہے۔

[حدیث خیر و شر، ص:١١٠]

اب بتاؤ! امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو بے شمار فضائل کے حامل ہیں، تقریباً اکیس آیات جن کی موافقت میں نازل ہوئیں، کیا وہ سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر سکتے ہیں؟ کیا ان کی بابت یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اپنی سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا؟ کیا دیگر تمام صحابہ کرام نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سنت رسول اکرم کے خلاف عمل پر اجماع کر لیا؟ یہ ایسا فاسد عقیدہ ہے جس کا کوئی قائل نہیں سوائے تم جیسوں کے۔

ایک مشہور غیر مقلد نے انھیں کا رد کیا، وہ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ تصور دلانا کہ انہوں نے "معاذ اللہ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو بدل ڈالا، بہت بڑی جرأت ہے۔ واللہ! اس عبارت کو نقل کرتے وقت ہمارا دل دہل گیا اور حیرانی ہوگئی کہ ایک شخص جو خود مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھتا وہ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ سنت کے بدلنے میں اس قدر جری تھا۔

"**استغفر اللہ، استغفر اللہ**" اس حکم کے سیاسی سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے، اور پیچ در پیچ غلطیوں کے سلسلہ میں پڑ گئے ہیں

یہ کہنا کہ خلیفہ کے بعد اس کے بحال رہنے یا نہ رہنے میں اختلاف ہوا ہے سراسر غلط، اور ایجاد بندہ ہے۔ محدثین کی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ وہ اسے سیاسی حکم کہتے تھے بالکل غلط ہے اور یہ ایجاد بندہ ہے۔ جو گروہ اس حکم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کرتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم محض سیاسی تھا اور نہ یہ کہتا ہے کہ وہ سیاسی حکم اب بھی بحال رہنا چاہیے بلکہ وہ تو اسے اس لیے مانتا ہے کہ اس کے نزدیک بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے۔

جناب نے جو یہ فرمایا کہ محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں اس جگہ محدثین سے ہم جمیع محدثین مراد لیں جو بجا ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد اور ان کے مثل دیگر ائمہ محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کے اسمائے گرامی لکھنے میں خوف طوالت ہے۔ محدثین کی فہرست میں شامل ہیں یا نہیں؟ اگر شامل ہیں تو یہ بات کلیۃً تو درست نہیں ہوئی کہ محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں کیوں کہ سب آئمہ مذکورین صورت زیر سوال میں تین طلاق پڑنے کے قائل ہیں، اور اس کے دلائل شرعیہ بیان کرتے ہیں۔

کیا جناب مہربانی فرما کر ان بزرگان دین کی تصریحات بتانے کی تکلیف گوارہ کریں گے؟

جہاں انہوں نے اس حکم فاروقی کو محض ایک سیاسی حکم قرار دیا ہو اور مذہبی نہ سمجھا ہو، اور پھر اسے بحال رکھا ہو؟

ہمیں بار بار اپنے قصور علم کا اعتراف کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں ایسی کوئی تحریر نہ ملی جس میں مذکور ہوا کہ ائمہ عظام رحمہم اللہ تعالی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم کو محض ایک سیاسی حکم سمجھا ہو۔

اور اگر لفظ محدثین سے جناب کی مراد بعض محدثین ہوں تو اس صورت میں ہم گزارش کریں گے کہ جناب اس کے حوالے کی بھی تکلیف گوارہ کرکے اور ہم پر احسان کرکے ثواب دارین حاصل کریں، کہ وہ کونسے محدثین ہیں جنھوں نے آپ کی طرح اسے سیاسی مداخلت فی الدین سمجھا ہو گو بقول آپ کے جائز مداخلت ہو۔

اور اگر محدثین سے آپ کی اور اس زمانہ کے دیگر علمائے اہل حدیث مراد ہیں، تو معاف رکھیں! مجھے آپ کو اور ان کو محدثین کہنے میں تامّل ہے، دورہ میں صحاح ستہ کی سطروں پر نظر گزار دینے سے محدث نہیں بن سکتے۔

آخر میں ہم پھر دہراتے ہیں کہ متقدمین میں سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ''موطا'' پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ''کتاب الام'' پھر متاخرین میں سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ''ازالۃ الخفا'' ملاحظہ کریں، جن کے بعد اس وقت تک ہندوستان میں تو ایسا شخص پیدا نہیں ہوا کہ اس کو امام کہہ سکیں اور دوسرے ممالک کا حال خدا جانے، ان سب کتب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت دلائل سے کی گئی ہے۔

(اخبار اهل حديث:۵ ا نومبر، بحواله ازهار مربوعه/عمدة الاثاث، ص:۹۷)

مخالفین کی چوتھی دلیل:

مخالفین طلاق ثلاثہ کے عدم وقوع پر ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ اللہ پاک کا حکم یہ ہے کہ طہر میں طلاق دو، ایک طہر میں ایک ہی طلاق دو،

لہذا اگر کوئی ایک طہر میں، ایک یا حالت حیض میں تین طلاق دے ڈالے تب بھی ایک ہی واقع ہوگی کیونکہ یہ فعل حرام ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا گیا ہے۔

مزید یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ اگر کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ میری بیوی کو فلاں وقت میں اتنی طلاق دے دو، لیکن اس نے حکم کے خلاف کیا، کہ جس وقت طلاق کا حکم دیا اس وقت نہ دی تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی۔

جواب: مخالفین نے اس دلیل میں شیعہ فرقہ کے گروہ امامیہ کا اتباع کیا ہے اور انھیں کے نقش قدم پر چلے۔ ان کے نزدیک ایک ساتھ تین طلاق دینے سے، اسی طرح حالت حیض میں طلاق دینے سے واقع نہیں ہوتی ہے۔

یہ سب ان کی جہالت سے ناشی ہے کیوں کہ کثیر احادیث سے ثابت ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی خواہ حالت حیض میں طلاق دے یا کسی دوسرے مانع شرعی کے پائے جانے کے وقت طلاق دے، اسی طرح تین طلاق دے، تو تینوں واقع ہوجائیں گی، یہ قیاس کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرے گا تو واقع نہ ہوگی! یہ قیاس مع الفارق ہے۔

دیکھو! مسئلہ ظہار کو قرآن پاک نے بیان فرمایا اور اس کو قول منکر وقول زور (بری اور جھوٹی بات) قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ

[القرآن، سورۃ المجادلۃ، الآیۃ ۲]

ترجمہ: وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور بے شک بری اور نری جھوٹی بات کہتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں ظہار سے منع کیا گیا، اس کو قول منکر اور قول زور کہا گیا، لیکن پھر بھی اگر کوئی ظہار کر لے تو اس کا وقوع ہو جائے گا، اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ اسی طرح طلاق ہے کہ اگر مجلس واحد میں یا کسی اور صورت میں مرد نے تین طلاق دے دی تو تینوں واقع ہو جائیں گی، اور طلاق دینے والا گناہ گار ہوگا۔ جیسا کے الفاظ حدیث سے ثابت ہوتا ہے: ''قد عصیت ربك وبانت منك زوجتك''، یعنی تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی، اور تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی۔

مخالفین اس بات کے قائل ہیں کہ اکٹھی تین طلاق دینے سے صرف ایک واقع ہوگی، اس لیے کہ تین طلاق دینا حرام ہے۔

میں مخالفین سے پوچھتا ہوں! اگر تین طلاق حرام ہونے کی وجہ سے واقع نہ ہوں گی، تو ایک طلاق کیسے واقع ہو سکتی ہے، ہونا تو چاہیے تھا کہ جب حرام ہے تو ازسرنو کچھ بھی واقع نہ ہو۔

حالت حیض میں طلاق دینا بھی حرام ہے، بقول شما ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ایک بھی واقع نہ ہو، لیکن آپ مانتے ہیں کہ واقع ہو جائے گی۔

ایک دن میں مختلف تین مجلسوں میں تین طلاقیں دینا بھی اتنا ہی بڑا جرم اور حرام ہے جتنا اکٹھی تین طلاق دینا لیکن پھر بھی تینوں طلاق واقع ہو جاتی ہیں اس بات کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں، پھر اُس صورت میں کیوں نہیں مانتے ہیں جس میں ایک مجلس میں تین طلاق دی ہوں؟

مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ نماز غلط وقت پر پڑھنا حرام ہے۔ لہذا یہ نماز بھی نہ ہوئی، اسی طرح تین طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حالت حیض میں بھی طلاق دینا حرام ہے، تو اس میں دی گئی ایک طلاق کو کیسے لازم مان لیتے ہو؟

الحاصل: مخالفین بس قرآن وحدیث پر عمل کا دعوی کرتے ہیں، دلیل کے لیے ان کے

پاس نہ تو قرآن ہے اور نہ حدیث صحیح، یہ تو قرآن وحدیث کے خلاف قیاس کرتے ہیں، اس پر طرفہ یہ کہ قیاس کو ناجائز وحرام بھی کہتے ہیں اور سختی سے اس کے منکر ہیں۔

قیاس کا جواب: یہ قیاس کرنا کہ کسی شخص نے دوسرے کو کہا کہ میری بیوی کو اس وقت اتنی طلاق دے، اب اس نے حکم کے خلاف کیا تو طلاق واقع نہ ہوگی، اسی طرح یہاں بھی وہ واقع نہ ہوگی۔

بندۂ خدا یہ مسئلۂ توکیل ہے، مسئلہ طلاق کو وکالت پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق اور سراسر جہالت ہے۔

کیوں کہ وکیل اپنے موکل کے ہی حکم کا پابند ہوتا ہے، اور طلاق دینے والا یہ فعل اپنے لیے کرتا ہے نہ کہ کسی غیر کی وکالت میں۔

حالت حیض میں طلاق دینے سے منع کیا گیا، لیکن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت حیض میں طلاق دی اور وہ واقع بھی ہوگئی، اس کے وقوع کی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رجوع کا حکم دیا۔ تو اگر طلاق واقع نہ ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رجوع کا حکم کیوں دیتے؟ یہ حدیث پاک امامیہ کے خلاف بھی حجت ہے اس لیے کہ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ حالت حیض میں طلاق واقع ہوگئی جبکہ وہ اس کے منکر ہیں۔

تین طلاق کو ایک کہنے والوں پر حکم شرع

جب یہ ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف وخلف کا اجماع ہو گیا کہ یک بارگی دی گئی تینوں طلاق واقع ہو جائیں۔

اب اگر کوئی اس کے خلاف قول کرے تو وہ مبتدع اور راہ راست سے ہٹا ہوا کہلائے گا، کوئی یہ سمجھے کہ ہمارا اس مسئلہ میں اختلاف ہے تو اس کا قول اس کے منہ پر مارا جائے گا اس لیے کہ اجماعی مسائل میں کوئی خلاف اجماع قول کرے تو یہ اختلاف نہیں بلکہ مخالفت کہلائے گی اور شذ شذ میں جائے گا۔

شرح صحیح البخاری لابن بطال میں ہے: **أتفق أئمة الفتوى على لزوم ايقاع طلاق الثلاث في كلمة واحدة، فان ذلك عندهم مخالف للسنة وهو قول جمهور السلف، والخلاف في ذلك شذوذ، وانما تعلق به اهل البدع.**

[شرح صحيح البخارى لابن بطال، باب من أجاز طلاق الثلاث، ج:۷ص: ۳۹۰]

ترجمہ: ائمہ فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر ایک لفظ سے تین طلاق دی تو نافذ ہو جائیں گی، اور یہ (ایک ساتھ تین طلاق دینا) سنت کے مخالف ہوگا، یہی جمہور سلف کا قول ہے، اس کے خلاف یعنی تین طلاق کو ایک ماننے کا قول کرنا شذوذ میں آئے گا اور قائل مبتدع کہلائے گا۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا: **قد أثبتنا النقل عن أكثرهم صريحا بإيقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف، فماذا بعد الحق إلا الضلال۔**

(مرقاة المفاتيح، باب الخلع والطلاق (ج:۵، ص:۲۱۴۷)

ترجمہ: ہم نے صراحت کے ساتھ کثیر صحابہ کرام سے ثابت کر دیا کہ ایک ساتھ دی گئیں تینوں طلاق نافذ ہو جائیں گی، اور ان کی کسی نے مخالفت بھی نہ کی، اب اس حق کے بعد صرف گمراہی ہے۔

محقق علی الاطلاق علامہ کمال بن ہمام فرماتے ہیں: **لو حكم حاكم بأن الثلاث بفم واحد**

واحدة لم يُنَفَّذْ حكمه لانه لا يسوغ الاجتهاد فيه فهو خلاف لا اختلاف

(فتح القدیر، کتاب الطلاق ج:۳، ص:۴۵۳)

ترجمہ: اگر کوئی حاکم یہ فیصلہ کرے کہ یک بارگی منھ سے دی گئیں تین طلاق ایک ہی ہوگی، تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا، اس لیے کہ اس مسئلہ میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے لہذا اب مخالفت ہوگی نہ کہ اختلاف۔

کیا ایک ساتھ تین طلاق دینا گناہ ہے

اہل سنت کے مابین یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا گناہ ہے یا نہیں۔

احناف، مالکیہ، امام اوزاعی اور امام لیث بن سعد وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ یہ طلاق بدعی ہے جو کہ خلاف شرع ہے، اس کا مرتکب گناہ گار ہوگا۔

شوافع، حنابلہ اور امام ابوثور کا موقف یہ ہے کہ الگ الگ طلاق دینی چاہئے، البتہ اگر ایک ساتھ تینوں طلاق دے دیں تب بھی حرج نہیں، اس لیے کہ یہ بھی مباح ہے اس سے گناہ ثابت نہ ہوگا۔

حاشیۃ السندي علی سنن النسائی میں ہے:

"ثم اختلفوا في الجمع بين الثلاث، فقال ابو حنيفة ومالك والاوزاعي والليث هو بدعة وقال الشافعي و احمد وابو ثور ليس بحرام لكن الاولى التفريق، وظاهر الحديث التحريم۔

[حاشیۃ السندی علی سنن النسائي، كتاب الطلاق، ج:٦، ص ١٤٣ -تحت رقم الحديث، ٣٤٠١]

ترجمہ: علماے کرام اس مسئلہ میں مختلف ہیں کہ اکٹھی تین طلاق دینا جائز ہے یا گناہ۔امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام اوزاعی اور امام لیث بن سعد نے فرمایا: یہ طلاق بدعی ہے۔

اور امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوثور نے فرمایا: ایک ساتھ تین طلاق دینا حرام نہیں ہے البتہ اولی یہ ہے کہ متفرق طور پر طلاق دے، اور ظاہر حدیث یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔

شوافع وغیرہ کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے: لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ۔

(القرآن، سورۃ البقرۃ، آلایۃ:٢٣٦)

ترجمہ: تم پر مطالبہ نہیں، تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو۔

وجہ استدلال:

وجہ استدلال یہ پیش کرتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں عموم ہے لہذا جس طرح ایک طلاق دینا گناہ نہیں ہے اسی طرح تین طلاق دینا بھی گناہ نہیں خواہ یک بارگی ہو یا متفرق طور پر اس لیے کہ اس کی اباحت آیت کریمہ سے ثابت ہے۔

اس کے علاوہ حضرت عویمر عجلانی و دیگر صحابہ کرام کی روایات کو بھی دلیل بناتے ہیں کہ ان حضرات نے تین طلاقیں دیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر انکار نہ فرمایا۔

ہم احناف اور مالکیہ کے نزدیک دلیل یہ ارشاد باری تعالی ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ

[القرآن، سورۃ البقرۃ، الآیۃ ۲۲۹]

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

وجہ استدلال:

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت کریمہ نے واضح کر دیا کہ طلاق کی مشروعیت دو ہی مرتبہ تک ہے، اور رہا ارشاد باری تعالیٰ: ''لَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ'' جو اباحت کو بتا رہا ہے، وہ مشروعیت کی ہی حد تک ہے، اس لئے اگر دو سے زائد طلاق دے گا تو غیر مشروع ہوگی اور وہ گناہ گار ہوگا۔

یہ متعدد احادیث کریمہ سے بھی ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر صحابہ کرام نے اس فعل کو معصیت قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں اپنی عورت کو تینوں طلاق دے دیتا تو؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **إذا قد عصيت ربک وبانت منك**

امر أتك" تب تو تم اپنے رب کے نافرمان ہوتے اور تمہاری بیوی بھی نکاح سے نکل جاتی۔

سنن نسائی کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک ساتھ تین طلاق دے دی۔

یہ سن کر حضور غضبناک ہوئے اور فرمایا: "**أيلعب بكتاب الله عز وجل وأنا بين أظهركم، حتى قام رجل فقال: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا اقتله**" یعنی کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھلواڑ کیا جارہا ہے، جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، حتی کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی، یارسول اللہ! کیا میں اس شخص کی گردن نہ ماردوں؟

اس کے علاوہ بھی دیگر صحابہ کرام سے بھی اس طرح کی روایات ملتی ہیں جن سے معصیت کی صراحت ہوتی ہے۔

ہماری مستدل بہ احادیث پر کلام اور ان کا جواب

پہلا اعتراض:

(ا) حدیث ابن عمر پر اعتراض: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سنن دار قطنی کے حوالے سے ہماری تائید میں ماقبل میں ذکر ہوئی کہ انھوں نے بحالت حیض اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی تھی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے رجوع کا حکم دیا، اس کے بعد حضرت ابن عمر نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اگر میں تین طلاق دے دیتا تو کیا میری بیوی میرے لیے حلال رہتی؟ فرمایا: نہیں، تم سے جدا ہو جاتی اور تم گناہ گار ہوتے۔

اس حدیث پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے، اس لیے کہ اس کے راوی عطا خراسانی پر کلام ہے۔

امام بیہقی نے عطا خراسانی کے سبب اس حدیث کو معلول قرار دیا، اور فرمایا: **أتى بزيادات لم يتابع عليها وهو ضعيف لا يقبل ماتفرد به:** کہ عطا خراسانی نے یہ روایت اضافہ کے ساتھ بیان کی ہے جس میں کسی نے ان کی متابعت نہیں کی، جبکہ وہ ضعیف ہیں لہذا ان کا تفرد مقبول نہیں۔

جواب: حدیث ابن عمر مذکور کو صرف اس بنیاد پر معلول کہہ دینا، کہ عطا خراسانی نے اس کو اضافہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں ان کی متابعت نہ کی گئی، یہ قول درست نہیں ہے، اس لیے کہ امام طبرانی نے اپنی معجم میں اس کا متابع ذکر کیا ہے۔

امام زیلعی فرماتے ہیں: **قلت: قد رواه الطبراني في معجمه: حدثنا علي بن سعيد الرازي، حدثنا يحي بن عثمان بن سعيد بن كثير بن دينار الحمصي، حدثنا شعيب بن رزيق به سندا و متنا۔**

[نصب الراية، كتاب الطلاق، السنة في الطلاق، ج:۳ ص:۲۲۰ رقم الحديث، ۴۹۷۸]

جس چیز کو بنیاد بنا کر حدیث کو معلول کہا گیا، وہ بنیاد ہی ڈھ گئی، چونکہ اس کا متابع مل گیا، اور اس کے ذریعہ روایت عطا خراسانی کی تائید ہوگئی۔

دوسرا اعتراض:

(۲) یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ روایت ابوصہبا جو روایتِ صحیح مسلم کے بالمقابل پیش کی ہے جس میں غیر مدخولہ کی طلاق کی صراحت ہے۔

اس کی سند میں ہے: **''عن ایوب عن غیر واحد عن طاؤس''**

تو اس سند میں غیر واحد میں جہالت ہے کہ اس سے کون مراد ہے اس کی صراحت ووضاحت نہیں ہے لہذا حدیث ضعیف ہوگی۔

جواب: یہ اعتراض بالکل جہالت پر مبنی ہے، معترض اگر تھوڑی سی بھی علم حدیث میں معلومات رکھتا تو جان لیتا کہ حدیث کی سند میں غیر واحد سے کیا مراد ہے۔

غیر واحد سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کو ایک سے زائد لوگ روایت کرنے والے ہیں، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ **''غیر واحد''** سے مراد یہاں ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: **أخرجها أبو داود لكن لم يسم إبراهيم بن ميسرة، وقال بدله عن غير واحد۔**

[فتح الباری، قوله باب من جوز الطلاق الثلاث ج: ۹، ص: ۳۶۳]

یعنی امام ابوداؤد نے اس کی تخریج کی لیکن ابراہیم بن میسرہ کا نام ذکر نہ کیا، بلکہ ان کے بدلے لفظ ''غیر واحد'' فرمایا۔

تیسرا اعتراض:

(۳) سنن بیہقی کی روایت کہ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، پھر

آپ نے فرمایا: اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ نہ سنا ہوتا کہ بغیر حلالہ کے بیوی حلال نہ ہوگی تو ضرور رجوع کر لیتا۔

اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں عمرو بن ابی قیس اور سلمہ بن فضل ہیں، اوران پر محدثین نے سخت جرح کی ہے۔

عمرو بن ابی قیس کے متعلق امام ابوداؤد نے کہا "لا باس به له اوهام"

سلمہ بن فضل کے بارے میں ابن معین نے کہا "یتشیع" کے وہ اہل تشیع سے تھے۔

اسحاق بن راہویہ نے ان کو ضعیف کہا ہے، لہذا جب سند میں دو راویوں پر اتنا کلام ہے تو یہ حدیث مستدل نہیں بن سکتی ہے۔

جواب: عمرو بن ابي قیس کی بابت یہ قول "له اوهام" اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ ضعیف ہو گئے، اب ان کی روایت ضعیف ہو جائیں گی ورنہ تو صحیحین کے بھی رواۃ کو ضعیف کہنا پڑے گا، شیخین نے ان سے حدیث لی ہے۔، جبکہ ان کے متعلق "له اوهام" کا قول کیا گیا ہے۔

مثلاً احماد بن سلمہ، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں حتی کہ امام بخاری نے بھی ان سے اپنی صحیح میں تعلیقاً روایت کی ہے، جبکہ ان کے متعلق۔ "له اوهام" کا قول کیا گیا۔

اسی طرح عمرو بن ابی قیس بھی سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں، اور امام بخاری نے ان سے تعلیقاً روایت کی ہے۔

اکمال تھذیب الکمال میں ہے:

ثقة مستقيمة الحديث روى عنه جماعة من أهل العلم، ولما ذكره ابن خلفون في الثقات، قال: قال ابن معين: ثقة . وخرج الحاكم وابو على الطوسى حديثه في صحيحيهما۔

[اکمال تھذیب الکمال، ج: ۱۰، ص: ۱۰۵]

ترجمہ: عمرو بن ابی قیس ثقہ ہیں، مستقیم الحدیث ہیں، ان سے محدثین کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔

ابن خلفون نے اپنی کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا اور کہا کہ ابن معین نے ثقہ کہا ہے، اور امام حاکم ابوعلی طوسی نے اپنی صحیح میں ان سے حدیث تخریج کی ہے۔

رہا سلمہ بن فضل کے بارے میں ابن معین کا قول ''یتشیع'' کہ وہ اہل تشیع سے تھے، تو مخالف کا ابن معین کے قول سے راوی کا ضعیف ہونا سمجھ لینا جہالت ہے یا پھر تجاہل عارفانہ ہے اس لیے تشیع اور رفض میں بہت فرق ہے۔

تشیع اور رفض میں فرق ہے:

تشیع اور رفض میں فرق ہے، زمانہ متاخرین میں روافض کو شیعہ کہا جانے لگا جبکہ سلف میں جو تمام خلفاے راشدین کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا ہو اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو ان پر فضیلت دیتا ہو وہ شیعی کہلاتا تھا۔

''میزان الاعتدال'' میں امام حاکم کے حالات میں ان کے رافضی ہونے کا قول نقل کیا، اس کے بعد حافظ ذہبی نے کہا: **اللہ یحب الانصاف، ما الرجل برافضی بل شیعی فقط**: کہ اللہ پاک انصاف کو پسند فرماتا ہے۔ امام حاکم رافضی نہ تھے بلکہ صرف شیعی تھے۔

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت قدس سرہ العزیز، فتاوی رضویہ میں تشیع اور رفض میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

اصطلاحات محدثین میں تشیع و رفض میں کتنا فرق ہے۔

زمانہ متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں: ''**خذلهم الله تعالى جميعا**'' بلکہ آج کل کا بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں۔

ملا جی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکہ دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا، بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے ہیں، حالانکہ یہ مسلک بعض اہل سنت کا بھی تھا اسی بنا پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبہ محبتِ اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔

امام ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا وبس۔

حیث قال: محمد بن فضیل بن غزوان، المحدث الحافظ کان من علماء هذا الشان وثقه یحیی بن معین. وقال احمد حسن الحدیث شیعی قلت کان متو الیا فقط.

ترجمہ: چناں چہ ذہبی نے کہا کہ محمد بن غزوان جو کہ محدث اور حافظ ہے، حدیث کے علما میں سے تھا یحیی بن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا اور احمد نے کہا کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ ہے، میں نے کہا: صرف اہل بیت سے محبت رکھتا تھا۔

ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی، کیا بخاری و مسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے۔ ان کے رورۃ میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاحات قدما پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا، یہاں تک کہ ''تدریب'' میں حاکم سے نقل کیا: کتاب مسلم ''ملان من الشیعۃ'' کہ مسلم کی کتاب شیعوں سے بھری ہوئی ہے۔

دور کیوں جائیے خود یہی ابن فضیل کہ واقع کے شیعی صرف بمعنی محبت اہل بیت کرام، اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں۔

(فتاوی رضویہ، رسالہ حاجز البحرین ج:۵، ص: ۱۷۵، ۱۷۶، مطبع رضا فاؤنڈیشن)

اب واضح ہو گیا کہ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی حدیث بالکل بے غبار ہے، مزید یہ کہ امام بیہقی نے اس کا متابع بھی ذکر کیا ہے۔

چناں چہ حدیث مذکور ذکر کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں: **و کذلک روی عن عمرو بن شمر عن عمران بن مسلم و ابراهیم بن عبد الاعلی عن سوید بن غفلة.**

نام نہاد اہل حدیث صرف قرآن وحدیث پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ مختصر سی ٹولی اپنے سوا سب کو گمراہ و بدمذہب گمان کرتی ہے۔

اور اپنے مخالفین سے مطالبہ کرتی ہے کہ بخاری و مسلم سے دلیل لاؤ لیکن یہی اہل حدیث اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے ضعیف سے ضعیف حدیث کا سہارا لیتے ہیں بلکہ جب وہ بھی نہ ملے تو قرآن وحدیث کے خلاف قیاس کا سہارا لیتے ہیں اور دوسروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی حدیث دکھاؤ! گویا ان کے نزدیک حدیث وہی ہے جو بخاری و مسلم میں ہو۔

لیکن یہ سب ان کی جہالت پر مبنی ہے، اور صرف بخاری و مسلم کا مطالبہ کرنے کا اصول ان کا من گڑھت اصول اور ایجاد بندہ ہے۔

قارئین نے اس مختصر سے رسالہ میں ملاحظہ کیا کہ ان کے دلائل کتنے کمزور ہیں اور یہ کیسے کیسے قرآن وحدیث کے خلاف قیاس کرتے نظر آرہے ہیں، کہیں حدیث ضعیف کا سہارا لے رہے ہیں کبھی حدیث ضعیف کو دلیل بنا کر صحابی جلیل مولیٰ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں۔

☼ ☼ ☼ ☼ ☼

فہرست

مصادر ومراجع

اسمائے کتب	مصنف	سن وفات
القرآن الكريم		
لسان العرب	ابوالفضل، جمال الدین ابن منظور انصای	۷۱۱ھ
عمدة القاری شرح صحیح البخاري	علامہ بدرالدین عینی	۸۵۵ھ
معجم الغنی	شیخ عبدالغنی ابوالعزم	
سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵ھ
منواسمرتی		
صحیح البخاري	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ
صحیح المسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	۲۶۱ھ
سنن ابن ماجه	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۷۳ھ
جامع ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ
سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی	۳۰۳ھ
شرح مسلم للنووی	ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی	۶۷۶ھ
الفقه علی مذاهب الاربعه	امام عبدالرحمن جزیری	۱۳۶۰ھ
مواهب الجلیل فی شرح مختصر خلیل	شمس الدین طرابسی مغربی	۹۵۴ھ

الرسالہ لابن ابی زید القیروانی	ابو محمد عبد اللہ بن ابی زید قیروانی مالکی	۳۸۶ھ
المبدع فی شرح المقنع	ابو اسحٰق برہان الدین ابراہیم بن محمد مقدسی	۸۸۴ھ
الانصاف فی معرفۃ الراجع من الخلاف	علاء الدین ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی	۸۸۵ھ
مبسوط سرخسی	علامہ شمش الدین محمد بن احمد سرخسی	۴۸۳ھ
العنایہ شرح الھدایہ	علامہ اکمل الدین بابرتی	۷۸۶ھ
تفسیر طبری	ابو جعفر محمد بن جریر طبری	۳۱۰ھ
تفسیر ماوردی (النکت والعیون)	ابو الحسن علی بن محمد حبیب ماوردی	۴۵۰ھ
سنن دار قطنی	ابو الحسن علی بن عمر دار قطنی	۳۸۵ھ
مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ	۲۳۵ھ
موطأ امام مالک	امام مالک بن انس اصبحی	۱۷۹ھ
مصنف عبد الرزاق	امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی	۲۱۱ھ
شرح معانی الآثار	امام ابو جعفر طحاوی	۳۲۱ھ
السنن الکبریٰ	امام احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸ھ
احکام القرآن للجصاص	امام ابو بکر جصاص حنفی	۳۸۰ھ
المنتقی شرح مؤطا	ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی	۴۷۴ھ
شرح علل الترمذی	عبد الرحمن بن احمد بن رجب حنبلی	۷۹۵ھ

مرقاة شرح مشكوة	ملا علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴ھ
فتح الباری شرح صحیح البخاری	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
فتح القدیر للشوکانی	محمد بن علی بن محمد شوکانی	۱۲۵۰ھ
نیل الاوطار	محمد بن علی بن محمد شوکانی	۱۲۵۰ھ
الدرر السنية فی الاجوة النجدية	مجموعہ مسائل علمائے نجد	۴۵۸ھ
حاشية الصاوی علی تفسير الجلالين	امام احمد بن محمد الصاوی	۱۲۴۱ھ
فتاوٰی ثنائیه	مولانا ثناء اللہ امرتسری	۱۳۶۷ھ
المنتقی فی احکام الشرعية من كلام خير البرية	مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلام	۶۵۲ھ
المحلی بالآثار	ابومحمد بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی	۴۵۶ھ
فتح القدير لابن همام	کمال الدین ابن ہمام حنفی	۸۶۱ھ
المفهم شرح مسلم	ابوالعباس، احمد بن عمر قرطبی	۶۵۶ھ
مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ھ
تقريب التهذيب	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
مجموع الفتاوی لابن تيميه	ابن تیمیہ حرانی	۷۲۸ھ
اغاثة الهفان من مصايد الشيطان	ابن قیم جوزیہ	۷۵۱ھ

تهذيب التهذيب	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
حديث خير و بشر	مولوی عبد المتین میمن	۱۴۳۰ھ
اخبار اهل حديث		
ازهار مربوعه		
عمدة الاثاث	مولانا سرفراز خان صفدری	۱۲۵۰ھ
شرح صحيح البخاری لابن بطال	ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک	۴۴۹ھ
حاشية السندی علی سنن النسائی	شیخ ابو الحسن محمد بن عبد الهادی السندی	۱۱۳۸ھ
نصب الراية	جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی حنفی	۷۶۲ھ
الثقات لابن خلفون	ابو بکر محمد بن اسماعیل خلفون ازدی اندلسی	۶۳۶ھ
ميزان الاعتدال	حافظ شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ
تذكرة الحفاظ	حافظ شمس الدین ذہبی	۷۴۸ھ
فتاوٰی رضويه	امام احمد رضا فاضل بریلوی	۱۳۴۰ھ

✵✵✵✵✵

ہماری مطبوعات
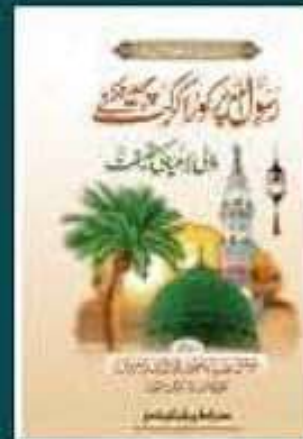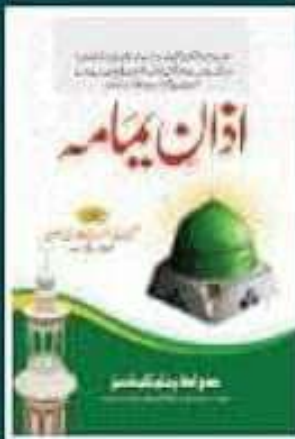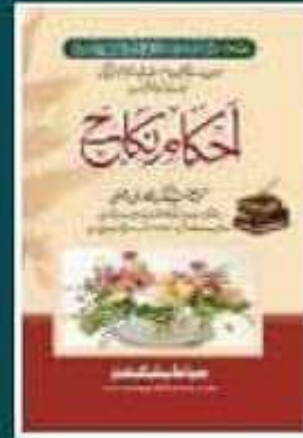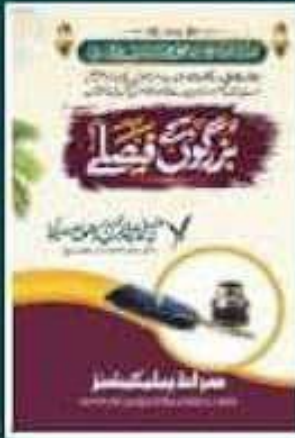
SIRAAT PUBLICATIONS

+919927187748 +919927187748

Siraat Publications Siraat Studio

siraatpublications@gmail.com

www.siraatpublications.com